علمی، فکری اور عصری موضوعات پر مشتمل مجلہ

مارچ 2021

شعبان المعظم 1442ھ

مخزنِ علم

- دھرنے اور معاہدے
- ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں
- احیاءِ مخطوطات وقت کا تقاضہ
- میزان و منشعب کا تعارف اور طریقہ تدریس
- سرکاری ملازمین کی اُجرتوں اور تعیناتیوں سے متعلق سوالات
- مغربی دنیا میں اسلام کو درپیش چیلنجز

شیخ الحدیث علامہ مفتی ثاقب اختر القادری صاحب (اولڈھم، برطانیہ) کے ساتھ خصوصی مکالمہ

بفیضانِ نظر: حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ

بفیضانِ کرم: حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ

سرپرست: حضرت علامہ سید شاہ عبدالحق قادری دامت برکاتہم العالیہ

علمی، فکری اور عصری موضوعات پر مشتمل مجلہ

مخزنِ علم کراچی

مدیر اعلیٰ محمد انس رضا قادری

نائب مدیر حافظ احمد

زیرنگرانی

علامہ محمد رئیس قادری

مجلس مشاورت

علامہ آصف اقبال مدنی

علامہ فاروق مدنی

حافظ محسن رضا قادری

علامہ حافظ سعد فاروق

اراکین

محمد اسامہ قادری

محمد ادریس ہنگورہ

حمزہ احمد ترابی

محمد بلال تصور حسین

جلد نمبر 02 شمارہ نمبر 03

مارچ 2021ء

شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

قیمت: -/50 روپے

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستی پر ادارے کی نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی غلطی رہ جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔

جاری کردہ: مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ

جامع مسجد عثمان غنی ٹھٹھائی کمپاؤنڈ، لائٹ ہاؤس کراچی

فون: 0332-8205566، ای میل: m.anwarulquran@gmail.com

فیس بک: facebook.com/MadarsaAnwarulQuraan

مشمولات

اداریہ	دھرنے اور معاہدے	03
	مدیر اعلیٰ محمد انس رضا قادری	
آپ کے سوالات	کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟	09
	ابو الضیاء مفتی محمد فرحان قادری	
فکر و نظر	ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں	14
	کاشف شہزاد عطاری مدنی	
مکالمہ	مغربی ممالک میں اسلام کو درپیش چیلنجز	21
	ادارہ	
تنقیحات	احیاء مخطوطات وقت کا تقاضہ	31
	ابو الابدال محمد رضوان طاہر فریدی	
تحلیل و تجزیہ	تخریج اور اس کی ضرورت و اہمیت	39
	دوسری قسط　محمد گل فراز مدنی عطاری	
سفر زندگی	شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد اسماعیل ضیائی دام ظلہ	45
	مولانا محمد سلیم رضوی	
فوائد علمیہ	میزان و منشعب کا تعارف اور طریقۂ تدریس	49
	حذیفہ فرید تگالہ	
گرفت	فروری ۲۰۲۱ء کے شمارے پر تبصرہ	54
	علامہ آصف اقبال مدنی	
تاثرات	قارئین کے شفقت نامے	61
	علامہ طاہر عزیز باروی / بابر عارف	

نوٹ: ادارے کا مقالہ نگاروں کے موقف سے اتفاق ضروری نہیں۔

اداریہ دھرنے اور معاھدے

مدیر اعلی کے قلم سے

پاکستان میں مذہبی اور سیاسی دھرنوں کی تاریخ چالیس سال پرانی ہے، سب سے پہلا دھرنا ۵ جولائی ۱۹۸۰ء کو پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے جنرل ضیاء الحق کے زکوۃ آرڈیننس کے خلاف دیا۔ دھرنا مظاہرین کے مطالبہ کو اگلے روز ہی مان لیا گیا اور جنرل ضیاء نے اہل تشیع کو زکوۃ آرڈیننس سے مستثنٰی قرار دیدیا۔

دوسرا دھرنا اکتوبر ۱۹۹۶ء کو جماعت اسلامی نے بے نظیر بھٹو کی حکومت کے خلاف دیا جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، نتیجہ یہ نکلا کہ سابق صدر مملکت فاروق لغاری نے بے نظیر حکومت کو نومبر میں برطرف کردیا۔ پھر ۵ دسمبر ۲۰۱۰ء کو جماعت اسلامی نے قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن اور مذہب کے قانون میں ترمیم کے ممکنہ خدشات کے پیش نظر پارلیمنٹ کے نزدیک پریڈ گراؤنڈ میں چھ گھنٹے تک ایک علامتی دھرنا دیا۔ جس کا خاطر خواہ کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

۲۱ ویں صدی میں پاکستان میں طویل دھرنوں کا آغاز عوامی تحریک نے کیا ہے، جنوری ۲۰۱۳ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کے آخری مہینوں میں عوامی تحریک کے سربراہ طاہر القادری نے ملک میں بہتر گورننس کے انقلاب اور انتخابات کے نظام میں شفافیت کے لئے اسلام آباد میں دھرنا دیا، جس میں مطالبہ کیا گیا کہ چند ماہ کی مہمان حکومت اپنی مقررہ مدت سے پہلے اسمبلیاں توڑ دے، پھر ۶۰ دنوں کی بجائے ۹۰ دنوں کے لیے عبوری حکومت قائم کی جائے تاکہ ان دنوں میں انتخابی اصلاحات کی جاسکیں، آئین کے آرٹیکل ۶۲ اور

۶۳ کے تحت الیکشن کمیشن کو امیدواروں کی چھانٹی کا وقت مل جائے، نیز آئین کے آرٹیکل ۲۱۸ کی شق تین کے تحت الیکشن کمیشن آنے والے انتخابات کو صاف و شفاف بنانے کے ہر ممکن اقدامات اٹھالے۔

اس وقت کی حکومت کا خیال تھا کہ سخت موسم کے باعث شرکاء ایک رات کے بعد خود ہی منتشر ہو جائیں گے مگر ایسا نہ ہوا۔ چار و ناچار حکومت نے دھرنا مظاہرین کے ساتھ مذاکرات کیے جس کے نتیجے میں قادری صاحب کے ناقابل عمل مطالبات کو مان لیا گیا اور اسے تحریری معاہدے کی شکل دی گئی جو کہ دھرنا مظاہرین کے ساتھ کیے جانے والے اب تک کے معاہدوں میں پہلا معاہدہ ہے، جس پر مذاکراتی کمیٹی کے ساتھ ساتھ اس وقت کے وزیر اعظم راجہ پرویز اشرف نے بھی دستخط کئے تھے، بعد ازاں اس معاہدے کی روشنی میں حکومت اور عوامی تحریک کے درمیان چند ایک اجلاس تو ہوئے لیکن اتفاق کیے گئے کسی ایک نکتے پر بھی عمل در آمد نہ ہو سکا۔

طاہر القادری نے سانحہ ماڈل ٹاؤن پر اپنے مطالبات کے لیے ۱۴ اگست ۲۰۱۴ کو انقلاب مارچ کے نام سے ایک بار پھر لانگ مارچ اور دھرنے کا فیصلہ کیا اور ۱۹ اگست کو اپنے کارکنوں کے ہمراہ اسلام آباد کے ریڈزون میں داخل ہو کر پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے دھرنے پر بیٹھ گئے۔ تقریباً ۶۸ دن دھرنا دینے کے بعد ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۴ کو اس کے خاتمہ کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ اب احتجاج اگلے مرحلے میں داخل ہو گیا ہے۔ جبکہ ۲۰۱۳ کے انتخابات میں مبینہ طور پر کی گئی دھاندلی کے خلاف اسلام آباد میں موجودہ وزیر اعظم عمران خان کی جماعت تحریک انصاف نے بھی ۱۴ اگست ۲۰۱۴ سے آزادی مارچ کے نام سے اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کیا اور ڈی چوک پہنچ کر ۱۲۶ دن کا دھرنا دیا جو کہ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ کو سانحہ آرمی پبلک اسکول کی وجہ سے فوری طور ختم کر دیا گیا تھا۔ ان دونوں دھرنوں سے ملک کو

فائدہ پہنچایا نقصان یہ سب پر واضح ہے۔

۲۰۱۶ میں تحریک رہائی غازی ممتاز حسین قادری اور پاکستان سنی تحریک کی قیادت نے کارکنان کے ہمراہ شہید ناموس رسالت ﷺ غازی ممتاز حسین قادری کے چہلم کے موقع پر لیاقت باغ راولپنڈی سے ڈی چوک اسلام آباد تک مارچ کیا اور ڈی چوک پر دھرنا دیا جو کہ چار روز تک جاری رہا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت قانون توہین رسالت ﷺ 295C کے حوالے سے کسی قسم کی ترمیم نہیں کرے گے، نیز اس قانون کے تحت سزا یافتہ مجرمین کو حکومت رہا نہیں کرے گی۔ حکومت دھرنا مظاہرین سے بات کرنے کو کسی صورت میں تیار نہیں تھی بلکہ آپریشن کے لیے مکمل تیاریاں کی جاچکی تھیں، اسی اثنا میں حاجی رفیق پردیسی اور اویس نوارنی صاحب نے حکومت سے رابطہ کیا اور دھرنا مظاہرین کے ساتھ مذکرات کے لیے حکومت کو راضی کیا اور مظاہرین کی جانب سے پیش کردہ ۱۰ نکات میں سے ۷ نکات پر اتفاق کیا گیا، یہ بھی ۷ نکات تحریری صورت میں تھے لیکن حکومت نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

۲۰۱۷ میں تحریک لبیک پاکستان نے علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں الیکشن بل ۲۰۱۷ء آئینی ترمیم میں حلف نامہ کے الفاظ کو بدلنے کے خلاف دھرنا دیا جو کہ ۲۳ روز تک جاری رہا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ وفاقی وزیر قانون زاہد حامد کو فی الفور مستعفی کیا جائے۔ حکومت نے انہیں منتشر کرنے کی پوری کوشش کی اور ایک ناکام آپریشن کیا جس میں مظاہرین سے ۸ افراد شہید ہوئے لیکن مظاہرین پھر بھی ڈٹے رہے، بالآخر حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور وزیر قانون زاہد حامد نے استعفیٰ دے دیا، پھر حکومت اور تحریک لبیک پاکستان کے مابین ایک چھ نکاتی تحریری معاہدہ طے پایا جس پر مذاکراتی ٹیم کے ساتھ DGISI جنرل فیض حمید نے بھی دستخط کیے۔ اس معاہدے میں اہم بات یہ تھی کہ

جن لوگوں نے اس حلف نامہ میں تبدیلی کی ہے ان کے خلاف مکمل انکوائری کر کے کاروائی کی جائے، لیکن یہ بات فقط معاہدے تک محدود رہی کوئی خاطر خواہ کاروائی نہیں ہوئی۔

۳۱اکتوبر ۲۰۱۸ کو سپریم کورٹ نے آسیہ مسیح کیس کا فیصلہ سنایا جس میں ٹرائل کورٹ اور لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کالعدم قرار دیتے ہوئے آسیہ ملعونہ کو بری کر دیا گیا، اس فیصلہ کے خلاف ملک بھر میں دھرنوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جبکہ ٹی ایل پی کی مرکزی قیادت نے پنجاب اسمبلی کے باہر دھرنا دیا۔ جس میں مطالبہ کیا گیا کہ اس فیصلہ کو کالعدم قرار دیا جائے اور آسیہ کا نام ای سی ایل (Exit Control list) میں ڈالا جائے۔ دو دن بعد ۲ نومبر کو حکومت وقت اور دھرنا مظاہرین کے مابین معاہدہ ہوا جس میں اتفاق کیا گیا کہ اس مقدمہ پر نظر ثانی کی اپیل دائر کی جائے گی اور آسیہ کا نام فی الفور ای سی ایل (Exit Control list) میں ڈالا جائے گا۔ اس معاہدے پر فریقین نے دستخط کیے۔ بعد ازاں ۲۴ نومبر کو ملک بھر میں تحریک لبیک پاکستان کے قائدین سمیت سینکڑوں کارکنان کو گرفتار کر لیا گیا۔ یوں معاہدہ ایک طرف رہ گیا اور آسیہ ملعونہ کو بیرون ملک روانہ کر دیا گیا۔

۲۷ اکتوبر ۲۰۱۹ کو جمعیت علماء اسلام نے عمران حکومت کے خلاف کراچی سے لانگ مارچ کا آغاز کیا جو کہ ۳۱ اکتوبر کو اسلام آباد میں یہ لانگ مارچ داخل ہوا جہاں دھرنا دیا گیا جو ۱۳ روز تک جاری رہا۔ اس دھرنے میں مظاہرین کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ وزیر اعظم عمران خان مستعفی ہوں۔ تیرویں روز مولانا فضل الرحمن نے پلان بی کا اعلان کر کے دھرنا ختم کر دیا۔ اس دھرنے کو تاریخ کا ناکام ترین دھرنا کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔

اکتوبر 2020ء میں فرانس میں سرکاری سطح پر گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی گئی جس پر پوری ملت اسلامیہ نے دنیا بھر میں صدائے احتجاج بلند کی، پاکستان کے چھوٹے بڑے تمام شہروں میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے، اُس وقت تحریک لبیک پاکستان کی جانب سے

حکومتِ پاکستان سے پر زور مطالبہ کیا گیا کہ فرانس کے سفیر کو ملک بدر کیا جائے اور ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے لیکن حکومت وقت نے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا، سفیر کی ملک بدری اور ۱۵ نومبر کو تحریک لبیک پاکستان کی جانب سے اسلام آباد میں لیاقت باغ تا فیض آباد لانگ مارچ کیا گیا پھر فیض آباد میں دھرنا دیا گیا، پولیس اور مظاہرین کے درمیاں شدید جھڑپیں ہوئیں، مظاہرین کو روکنے کی ہر ممکنہ کوشش بھی کی گئی، بالآخر دو روز بعد ۱۷ نومبر کو حکومتی وزراء اور تحریک کی قیادت کے مابین مذکرات ہوئے اور ایک تحریری معاہدہ ہوا جس میں اتفاق کیا گیا کہ حکومت فرانس ک سفیر کو دو سے تین ماہ کے اندر پارلیمنٹ سے قانون سازی کر کے ملک بدر کرے گی۔

سابقہ معاہدوں کی طرح اس پر بھی عمل کی کوئی امید نہیں تھی، یہی وجہ تھی کی حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے تحریک لبیک کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ تین ماہ مکمل ہونے پر ۱۷ فروری ۲۰۲۱ کو پھر فیض آباد میں دھرنا دیا جائے گا، اس دوران حکومت اور تحریک لبیک پاکستان کی قیادت میں رابطوں کا سلسلہ جاری رہا اور ۱۱ فروری کو ایک اور معاہدہ منظر عام پر آیا جو ۱۱ جنوری ۲۰۲۱ کو ہو چکا تھا جس میں یہ طے پایا تھا کہ حکومت ۲۰ اپریل تک اس معاملے کو پارلیمینٹ میں لے جائے گی۔ اس معاہدے کے تاخیر سے سامنے آنے کی وجہ تحریک کی جانب سے یہ بتائی گئی کہ تحریک کی قیادت نے شرط رکھی تھی کہ وزیر اعظم عمران خان خود اس معاہدے کا اعلان کریں گے جو کہ انہوں نے ۱۱ فروری کو کر دیا۔

سابقہ جملہ معاہدے پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ حکومت وقتی طور پر معاملہ کو رفع دفع کرنے کے لیے مظاہرین سے معاہدے کرتی ہے جن کو پورا کرنا اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتی لہذا یہ کہنا کہ تحریک لبیک سے بھی کیا گیا آخری معاہدہ پورا کیا جائے گا ناممکن سی بات ہے، اگر یہ کہا جائے کہ وزیر اعظم نے خود میڈیا پر کہا ہے تو جناب ۲۰۱۳ میں طاہر القادری

کے ساتھ کیے گئے معاہدہ پر بھی اس وقت کے وزیر اعظم راجہ پرویز اشرف نے دستخط کیے تھے، لیکن بعد میں کیا ہوا؟، اگر یہ کہا جائے کہ حکومت اس حوالہ سے سنجیدہ ہے چونکہ پارلیمنٹ سے منظوری لینی ہے اس لیے اتنا وقت مانگا گیا ہے۔ تو عرض یہ ہے یہ بات آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے، موجودہ حکومت نے ایف اے ٹی ایف(FATF) کے مطالبہ پر وقف املاک ایکٹ ۲۰۲۰ء جو کہ سراسر غیر شرعی بل ہے، پارلیمان کے مشترکہ اجلاس میں پیش کر کے فی الفور منظور کروالیا جس پر علماء نے تحفظات بھی پیش کیے ہیں۔

اسی طرح ۲۰۱۷ میں جب نواز شریف کو سپریم کورٹ نے نااہل قرار دیا تھا تو وزارت عظمیٰ کے ساتھ ، مسلم لیگ نون کی صدارت بھی چلی گئی تھی تو پارٹی صدارت بچانے کے لیے انتخابی اصلاحات سے متعلق فی الفور آئینی ترمیم پیش کی گئی جسے دونوں ایوانوں سے منظور کروالیا گیا جس کے مطابق پارٹی صدر نااہل شخص ہو سکتا ہے۔

ایسی کئی مثالیں قائم کی جاسکتی ہیں کہ جب حکومت کا اپنا مفاد ہو تو سب کام فی الفور ہو جاتے ہیں اس وقت پارلیمنٹ اور سینٹ سے منظوری ایک دن سے زیادہ کا کام نہیں ہوتا، لیکن بات ہو ناموس رسالت ﷺ کی یا عوامی فائدہ کی تو سب کام طویل المیعاد قرار پاتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسئلہ ختم نبوت و ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے مذہبی و سیاسی تنظیمات اپنی پالیسی کو بدلیں، دھرنوں اور معاہدوں کے نتائج سب کے سامنے ہیں، حکومت وقتی طور پر معاملہ سے جان چھڑانے کے لیے معاہدے کا راستہ اختیار کرتی ہے اور ہم اسے اپنی کامیابی سمجھ رہے ہوتے ہیں، نیز حکومت سے کسی بھی قسم کے معاہدے کے وقت سابقہ حالات کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے تا کہ دھوکہ دہی سے بچا جائے۔ اللہ تعالی ہمیں باطل کے سامنے کمربستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

شرعی رہنمائی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین

ابو الضیاء مفتی محمد فرحان قادری

نوٹ: آپ اپنے شرعی مسائل مفتی صاحب قبلہ سے پوچھ سکتے ہیں، آپ کے سوالات اور مفتی صاحب قبلہ کے جوابات ہر ماہ اس کالم میں درج کیے جائیں گے۔ رابطے کے لیے: 03222823126 (msg & whatsapp)

سرکاری ملازمین کی اُجرتوں اور تعیناتیوں سے متعلق سوالات

سوال: قابل احترام مفتی صاحب، السلام علیکم، جناب سے کچھ سوالات کر رہا ہوں آپ مجھے قرآن وسنّت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں:

١۔ میں گورنمنٹ ملازم ہوں اور میرے اسٹاف میں ہم ٨ ملازمین ہیں جن میں سے صرف ٣ ملازمین اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں اور جو ٥ ہیں وہ گھر بیٹھے اپنی تنخواہ بغیر کسی محنت کے لے رہے ہیں۔ جناب اس کے بارے میں آپ سے معلوم کرنا ہے کہ وہ تنخواہ جائز ہے یا نہیں؟

٢۔ ہماری تنخواہ کا اجراء ہمارے سینئر کے اختیار میں ہے، وہ صاحب اپنی تنخواہ تو ہر ماہ لے رہے ہیں مگر جو دوسرے ملازمین ہیں یعنی جو اپنی ڈیوٹی ایمان داری سے سرانجام دیتے ہیں انہیں تنخواہ ایک مہینے چھوڑ کر دوسرے مہینے میں دی جاتی ہے اس بارے میں آپ رہنمائی فرمائیں کہ کیا کام کرنے والے اپنی تنخواہ کا حق نہیں رکھتے؟

٣۔ کچھ لوگ ان ملازمین کی جو ڈیوٹی نہیں دیتے سفارش کرتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی رہنمائی فرمادیں۔

٤۔ کچھ ملازمین جو در حقیقت ہمارے شعبہ کے ملازمین ہیں، سپریم کورٹ آف پاکستان کے آرڈر کے مطابق جو اپنے اصل محکمہ میں جانے سے قاصر ہیں وہ زبردستی وہیں ڈیوٹی دے رہے

ہیں ان کے بارے میں بھی رہنمائی فرمادیں۔

الجَــوَاب بِعَوْنِ المَـلِكِ الوَهَّاب: صورت مسئولہ میں بر تقدیرِ صدقِ سائل، جوابات حسب ذیل ہیں:

۱۔ تنخواہ دار ملازم شریعتِ مطہرہ کی رو سے اجیر خاصّ ہوتا ہے۔ اور اجیر خاص اپنا وقت اپنے ادارے جہاں ملازمت کررہاہے، کو بیچ دیتاہے۔ پھر اس وقت کے دوران نہ تو کسی اور کا کام کرسکتاہے اور نہ ہی بامعاوضہ طے شدہ چھٹیوں سے زائد چھٹیاں کرسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۸۸ھ فرماتے ہیں، (والثاني) وهو الأجير (الخاص) ويسمى أجير واحد (وهو من يعمل لواحد عملاً مؤقتاً بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل كمن استؤجر شهراً للخدمة) بأجر مسمى، إذا شرط أن لا يخدم غيره. ملخصاً (الدر المختار، كتاب الإجارة)

یعنی، اجیر (اجرت پر رکھے جانے والے ملازم) کی دوسری قسم «اجیر خاص» ہے اور اجیر خاص کو ایک (فرد یا ادارے) کا اجیر بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ ہوتا ہے جو مقرّر وقت کے لئے ایک (شخص یا ادارے) کے لئے خاص طور پر کام کرتا ہے اور اپنی ذات کو مقررہ مدّت میں ادارے / مستاجر کو سپرد کرنے کی وجہ سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ کام نہ کرے جیسا کہ ماہانہ کی بنیاد مقرّرہ اجرت پر خدمت کے لئے رکھا گیا ملازم جبکہ یہ طے ہو کہ کسی اور کے لئے کام نہیں کرے گا۔

لہٰذا اجیر خاصّ کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی ملازمت کے اوقات (Duty timings) میں غیر کے لئے کام کرے چہ جائے کہ ڈیوٹی پر حاضر ہی نہ ہو چنانچہ «درِ مختار» میں مزید فرماتے ہیں، وليس للخاص أن يعمل لغيره، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل.

(المرجع السابق)

یعنی، اجیر خاصّ کے لئے جائز نہیں کہ (ڈیوٹی کے وقت میں) کسی اور کے لئے کام کرے

اور اگر ایسا کیا تو (جتنا وقت خیانت میں گزارا) اس کی مقدار اس کی اجرت کم ہو گی۔

لہٰذا ایسے ملازمین کو چاہیئے کہ عارضی دنیا کے مال و متاع کی حرص میں اپنے پیٹ کو لقمۂ حرام سے بھرنے کے بجائے رزقِ حلال کے حصول کے لئے کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں روزگار میسّر فرمایا ہے تو اس نعمت کے شکر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایمان داری کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرکے اپنے اور اپنے اہل و عیال کو حلال کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [البقرہ(۲): ۱۸۸]

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ (کنز الایمان)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، «يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ إِنَّهُ لَا يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلَّا كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ»۔ یعنی، اے کعب بن عجرہ بلا شبہ جو جسم حرام پر پلتا ہے اس (جسم) کی حق دار تو آگ (جہنم) ہی ہے۔ (سنن الترمذي, باب ما ذکر في فضل الصلاة, رقم الحديث٥)

حرام مال کی کثرت چاہے کتنی ہی ہو اس میں برکت نہیں ہوتی ہے چاہے وہ کتنا ہی بڑھ جائے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [المائدۃ(۵):۱۰۰]

ترجمہ: تم فرمادو کہ گندہ اور ستھرا برابر نہیں اگرچہ تجھے گندے کی کثرت بھائے تو اللہ سے ڈرتے رہو اے عقل والو کہ تم فلاح پاؤ۔ (کنز الایمان)

اور نہ ہی حرام پر پلنے والے کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّباً

وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ ﴿يَآَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ وَقَالَ ﴿يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ» یعنی، اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ پاک ہی کو قبول فرماتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بھی یہی حکم فرمایا جو رسولوں کو فرمایا: (ترجمۂ کنز الایمان) اے پیغمبر و پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں [المومنون:۵۱]۔ اور فرمایا (ترجمۂ کنز الایمان) اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں [البقرۃ:۱۷۲]۔ پھر ایک شخص کا ذکر فرمایا جو پراگندہ حال میں سفر کرکے اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کرکے عرض کرے اے میرے رب اے میرے رب حالانکہ اس کھانا حرام ہو، اس کا پینا حرام ہو، اس کا پہننا حرام ہو، حرام غذا ہو، تو اس کی دُعا کہاں سے قبول ہو گی!؟۔ (صحیح مسلم, کتاب الزکاۃ, باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا, رقم الحدیث۶۵)

۲۔ جس نے اپنے مقرّر وقت میں کام کیا وہ اپنی اجرت کا مستحق ہے ان کی حق تلفی کرنے والے صاحبِ اختیار لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا چاہئے اور مذکورہ وعیدوں سے سبق لینا چاہئے۔ فقیہ ابو اللیث سمر قندی علیہ الرحمہ متوفی ۳۷۳ھ «قرۃ العیون و مفرّح القلب المحزون» میں حدیث شریف نقل فرماتے ہیں کہ «إِنَّ عَلَى مَتْنِ الصِّرَاطِ كَلَالِيبَ مِنْ نَّارٍ، فَمَنْ تَقَلَّدَ دِرْهَماً حَرَاماً تَعَلَّقَتْ كَلَالِيبُ النَّارِ فِي رِجْلَيْهِ. فَلَا يَسْتَطِيعُ الْعُبُوْرَ عَلَى الصِّرَاطِ حَتّٰى يَرُدَّ مَا أَخَذَهُ إِلٰى أَهْلِهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَإِنْ لَّمْ يُوَفِّهِمْ مِّنْ حَسَنَاتِهِ، حَمَلَ ذُنُوْبَهُمْ وَوَقَعَ فِي النَّارِ»۔ یعنی، پلِ صراط کی پشت پر آگ کے آنکڑے ہوں گے تو جس

نے حرام کا ایک درہم لیا ہو گا وہ آنکڑے اس کے پاؤں کو پکڑ لیں گے تو وہ اس وقت تک پُل صراط سے نہیں گزر سکے گا جب تک اس درہم کا مالک بدلے میں اس کی نیکیوں میں سے نہ لے لے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس (مالکِ درہم) کے گناہ اُس کے سر ڈال دیئے جائیں گے اور وہ جہنّم میں گر پڑے گا۔(قرة العيون ومفرّح القلب المحزون/عقوبة أهل الكبائر للسمرقندي, الباب الخامس في عقوبة آكل الربا, رقم الحديث:٦٨، ص٦٣)

۳۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [المائدۃ(۵): ۲]

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے (کنزالایمان)

لہٰذا ایسے لوگوں کو چاہئے ناحق کرنے والوں کا ساتھ دینے کے بجائے اوّل تو ان کی اِصلاح کریں کہ کسبِ حلال کی طرف راغب ہو جائیں ورنہ اپنا فرضِ منصبی ادا کرتے ہوئے ان کے خلاف کارروائی کریں کیونکہ ملک و قوم کے مال کی حفاظت جن کی ذمہ داری ہے ان کے کندھوں پر اس ذمہ داری کا بڑا بوجھ ہے۔ اللہ کے عذاب سے ہر دم ڈرتے رہنا چاہئے۔

۴۔ ہر وہ ملکی قانون جو شریعت سے متصادم نہ ہو اس پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے اور اس کا ترک ناجائز و گناہ ہے۔ کورٹ ملکی آئین کی روشنی میں فیصلے کرنے کے ادارے ہیں اور ان قوانین کو نافذ کرنے والے ادارے پولیس وغیرہ ہوتے ہیں۔ اگر عدالت نے ان کی ذمہ داری کسی مخصوص شعبہ میں لگائی ہے اور وہ حکم کی بجا آوری نہیں کرتے تو نفاذِ قانون کے اداروں کو اپنا فرض نبھانا چاہئے۔ **واللّٰہُ تعالیٰ أعلم**

كتبها المفتي محمد فرحان القادري وصدّقها المفتي محمد عطاء الله النعيمي

فکر و نظر

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

کاشف شہزاد عطاری مدنی

دینِ اسلام میں مقدس مقامات، اشیاء اور باعظمت ہستیوں کی تعظیم و ادب کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ قرآن و حدیث میں کثیر مقامات پر مسلمانوں کو ادب و تعظیم کا درس سکھایا گیا اور توہین و بے ادبی سے ڈرایا گیا ہے۔

دین سراسر ادب ہے:

شاگرد و خلیفۂ محدثِ اعظم پاکستان، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ادب سراسر دین ہے، ادب چراغِ راہِ مبین ہے، ادب رضائے رب العالمین ہے۔ ادب ہے تو دین ہے، ادب نہیں تو کچھ نہیں۔ مخدومُ الاولیاء سیدی سید محمد بہاؤ الدین شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ یعنی دین سارے کا سارا ادب ہے۔ (ادب کی اہمیت، ص۸)

ادب و تعظیمِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ پاک کی تمام مخلوق میں سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سب سے افضل ہیں لہٰذا آپ کی تعظیم اور ادب کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔ اللہ کریم نے قرآنِ کریم میں جابجا اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار کے آداب اپنے بندوں کو سکھائے، ان آداب کو بجالانے پر مختلف قسم کے انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا اور حکم عدولی کرنے والوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا۔ حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص عشق بھرے انداز میں قرآنِ کریم میں بیان کردہ آدابِ دربارِ رسالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ آپ بھی ملاحظہ

فرمائیں:

دربارِ رسالت کے آداب کس نے سکھائے؟

دنیاوی بادشاہ اپنے درباروں کے آداب اور ان میں حاضری دینے کے قوانین خود بناتے اور اپنے مقرّر کردہ حاکموں کے ذریعے رعایہ سے ان پر عمل کرواتے ہیں کہ جب ہمارے دربار میں آؤ تو اس طرح کھڑے ہو، اس طرح بات کرو، اس طرح سلامی دو۔ پھر جو کوئی یہ آداب بجالاتا ہے اس کو انعام دیتے ہیں اور جو ان کے خلاف کرتا ہے بادشاہ کی طرف سے سزا پاتا ہے۔ ان بادشاہوں کے یہ سارے قاعدے صرف انسانوں پر ہی جاری ہوتے ہیں ،جنات، فرشتے ،حیوانات وغیرہ کو ان آداب سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ان پر ان بادشاہوں کی کوئی سلطنت نہیں۔ یہ سارے آداب اس وقت تک جاری رہتے ہیں جب تک وہ بادشاہ زندہ رہے ،اِدھر اس کی آنکھ بند ہوئی اُدھر وہ دربار بھی ختم،سارے آداب بھی فنا ،اب نیا دربار ہے اور نئے قاعدے قانون۔ لیکن اس آسمان کے نیچے ایک ایسا دربار بھی ہے جس کے آداب اور جس کے قاعدے، سلام وکلام کرنے کے طریقے خود اللہ پاک نے بنائے اور اپنی مخلوق کو بتائے کہ اے میرے بندو! جب اس دربار میں آؤ تو ان آداب کا خیال رکھنا، ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ اگر تم نے ان آداب کی خلاف ورزی کی تو تم کو سخت سزا دی جائے گی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اب وہ شاہی دربار ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے مگر اس کے آداب اب تک وہی باقی ہیں اور اس کا طمطراق اسی طرح برقرار ہے۔ اس دربار کے قوانین فقط انسانوں پر ہی جاری نہیں بلکہ وُسعتِ سلطنت کا یہ حال ہے کہ فرشتے بغیر اجازت وہاں حاضر نہ ہوسکیں، جنات جھجکتے ہوئے حاضر ہوں، جانور سجدے کریں، بے جان کنکر اور درخت کلمے پڑھیں اور اشارے پر گھومیں، چاند سورج اشاروں پر چلیں، ان کے اشارۂ ابرو سے بادل آکر برسیں اور دوسرا اشارہ پاکر بادل پھٹ جائیں، الغرض ہر عرشی

فرشی اس شہنشاہ کا غلام ہے۔

مسلمانو! معلوم ہے وہ دربار کس کا ہے؟ وہ دونوں جہان کے مُختار، حبیبِ کردگار، کونین کے شہنشاہ، دارین کے مالک و مولیٰ، شفیعُ الْمُذْنِبِین، رحمۃٌ للعالمین احمدِ مُجتبیٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار ہے۔ (سلطنتِ مصطفےٰ، ص ابتغیر)

اس کے بعد قبلہ مفتی صاحب نے قرآنِ کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں آدابِ بارگاہِ رسالت کا ایمان افروز بیان فرمایا ہے، مفتی صاحب کے رسالے "سلطنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے مقدمے میں اس کا مطالعہ فرما کر اپنا ایمان تازہ کیا جاسکتا ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے یہاں صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

آواز بلند کرنے پر اعمال کی بربادی:

مقدّس قرآن میں اللہ پاک کا فرمان ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حُضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اَعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (پ٢٦، الحجرات: ٢)

صدّیق و فاروق رَضِیَ اللہ عَنْہُما کا ادب:

اللہ پاک کی طرف سے یہ حُکم آنے کے بعد شَیخَین کَرِیمَین یعنی حضرت سیّدُنا ابو بکر صدّیق اور حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا ادب مُلاحظہ فرمایئے: حضرت سیّدُنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی " یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ " تو میں نے بارگاہِ رسالت میں عَرض کی: یا رسولَ

اللہ! اللہ کی قسم! آئندہ میں آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کیا کروں گا۔ (کنز العمال، ۱/ ۲۱۴، جزء: ۲، حدیث: ۴۶۰۴)

اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا حال یہ تھا کہ آپ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بہت آہستہ آواز سے بات کرتے حتّٰی کہ (بعض اوقات) حُضورِ اَکْرَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بات سمجھنے کے لئے دوبارہ پوچھنا پڑتا (کہ کیا کہتے ہو)۔ (ترمذی، ۵/ ۱۷۷، حدیث: ۳۲۷۷، صراط الجنان، ۹/ ۳۹۹)

بارگاہِ رسالت میں صحابۂ کرام علیھم الرضوان کے اندازِ ادب کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مَدّاحُ الحبیب مولانا جمیل الرحمن قادری رضوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے نعتیہ دیوان ''قبالۂ بخشش'' میں لکھتے ہیں:

آسکتا ہے کب ہم سے گنواروں کو ادب وہ
جیسا کہ ادب کرتے تھے یارانِ محمد

روضۂ انور کے پاس آواز بلند کرنا:

محترم قارئین! جس طرح سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ظاہری حیات میں آپ کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا منع تھا اسی طرح وِصالِ ظاہری کے بعد مزارِ پُراَنوار کے پاس بھی آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ حضرت سیِّدُنا امام مالِک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا فرمان ہے: اِنَّ حُرْمَتَہٗ مَیِّتًا کَحُرْمَتِہٖ حَیًّا یعنی تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عزّت وحُرمت آج بھی اُسی طرح ہے جس طرح حیاتِ ظاہِری میں تھی۔ (الشفاء، جزء ۲، ص ۴۱)

اَمیرُ المومنین (حضرت سیِّدُنا) عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے رَوضۂ اَنور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا، فرمایا: کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے اور یہی آیت تلاوت کی۔

(فتاوی رضویہ، ۱۵/ ۱۶۹)

صدرُ الشریعہ مفتی اَمجد علی اَعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (سنہری جالیوں کے سامنے) مُعتدِل (یعنی درمیانی) آواز سے (سلام پیش کرو)، نہ بلند و سخت کہ اُن کے حُضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت (یعنی برباد) ہو جاتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، ۱/ ۱۲۲۵)

بارگاہِ ناز میں آہستہ بول ہو نہ سب کچھ رائگاں آہستہ چل

بے ادبی کی نحوست:

جہاں اللہ پاک کے برگزیدہ بندوں کا ادب واحترام دونوں جہاں میں کامیابی کا باعث ہے وہیں ان ہستیوں کی توہین، بے ادبی یا دشمنی دنیا و آخرت میں خسارے کا سبب ہے، ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

جیتے جی بے ادبی کی سزا مل گئی (حکایت):

شارحِ بخاری، صدرُ العلما، امامُ الصرف والنحو حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محمد رمضان نامی ایک شخص جو تازہ تازہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر آیا تھا، ایک دن نمازِ مغرب کے بعد مجھ سے ملنے آیا اور گفتگو شروع ہوئی۔ بات چیت کے دوران سلطان المشائخ حضور محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ پاک آگیا۔ محمد رمضان دیوبندی نے سنتے ہی بڑی جرات اور بے باکی سے کہا: **"وہاں کیا رکھا ہے، مٹی کا ڈھیر ہے"**۔ مجھے اس گستاخانہ کلمے سے بے انتہا تکلیف پہنچی، دل مسوس کر رہ گیا اور گفتگو ختم کر دی۔

قدرتِ الٰہی دیکھئے کہ یہاں سے جانے کے بعد گھر پہنچ کر ولی اللہ کے اس گستاخ کو درد اٹھا اور پوری رات تڑپتے تڑپتے چیختے چیختے گزری، کسی تدبیر سے اس کا درد ختم نہ ہوا۔

ماسٹر محمد صدیق صاحب ایم اے جو معمول کے مطابق دوسرے تیسرے دن میرے پاس آیا کرتے تھے، محمد رمضان نامی دیوبندی سے ان کی رشتہ داری بھی تھی، اگلی صبح وہ

میرے پاس تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ گزشتہ رات سے مولوی محمد رمضان کو درد اٹھا ہے، ان کی چیخ و پکار سے محلہ رات بھر جاگتا رہا، متعدد ڈاکٹر صاحبان کی دوائیں استعمال کروائی گئی ہیں مگر اب تک کوئی کارگر نہیں ہوئی۔ میں نے کہا: ماسٹر صاحب! ان دواؤں سے کامیابی نہیں ہوگی، اس درد کی دوا کوئی اور ہے۔ وہ یہاں پر بعدِ مغرب گستاخانہ کلمہ کہہ گئے تھے، اسی کی سزا میں گرفتار ہیں۔ ان سے کہئے کہ توبہ کریں، یہی دوا ہے، اس سے ان کا درد دور ہو جائے گا۔

ماسٹر صاحب چلے گئے اور خلافِ معمول پھر شام کو آکر بتایا کہ وہ کسی صورت سے توبہ پر راضی نہیں ہوتے اور گھر بھر پریشان ہے۔ پھر دوسرے دن صبح آکر بتایا کہ رات کے آخری حصے میں ماں کی انتہائی منت وسماجت پر توبہ کی اور درد موقوف ہوگیا۔(بشیر القاری، ص ۱۱ بتغیر)

جو ہے باادب وہ بڑا بانصیب اور
جو ہے بے ادب وہ نہایت بُرا ہے

محترم قارئین! آپ نے ایک گستاخ اور بے ادب شخص کی دنیوی سزا کی حکایت تو پڑھ لی، آیئے اب ایک خوش عقیدہ اور باادب بزرگ کی حکایت پڑھ کر اپنے ایمان تازہ کرتے ہیں:

پیر و مرشد کا نہایت ادب کرنے والے بزرگ:

شارحِ بخاری حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین رحمۃ اللہ علیہ اُن علمائے شریعت میں سے تھے جن کی زیارت کو حدیث میں عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جب آپ کا ذکر ہوتا تو امامِ اہلِ سنت ان کا نام مبارک سن کر تعظیماً سینے پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ سید محمد علی شاہ صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور انہیں سے خلافت بھی حاصل تھی مگر چونکہ پیر و مرشد کے سجادہ نشین حضرت حافظ سید محمد اسلم شاہ صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے اس لئے ان کے ادب کے باعث کسی کو اپنا مرید نہ بناتے تھے، اگر کوئی شخص بیعت کی خواہش ظاہر کرتا تو اسے اپنے پیر و مرشد کے جانشین کی جانب رجوع کی تلقین فرماتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین رحمۃ اللہ علیہ ایک بھینس ضرور رکھتے اور اس کا گھی اپنے پیر و مرشد کے عرس کے لئے تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہتے یہاں تک کہ ایک کنستر مکمل ہو جاتا۔ اس زمانے میں سیتا پور تک ریلوے لائن تھی اور وہاں سے پیر و مرشد کے شہر خیر آباد شریف تک کا سفر یا تو پیدل کیا جاتا تھا یا پھر ٹانگے وغیرہ کسی سواری پر۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیتا پور سے خیر آباد شریف تک گھی کا کنستر سر پر رکھ کر پیدل حاضر ہوتے اور جب تک وہاں قیام رہتا ادب کے باعث ننگے پاؤں اور ننگے سر رہتے تھے۔

اگر کبھی مُرشد کے حلّاق (Barber) سے خط بنوانے کا اتفاق ہوتا تو ادب کی وجہ سے اسے سرہانے بٹھاتے اور خود پائنتی کی جانب بیٹھتے۔ (بشیر القاری، ص ۱۴)

اللہ کریم ہمیں ہر قسم کی بے ادبی اور بے ادبوں کے شر سے پناہ عطا فرمائے، زندگی کی آخری سانس تک ہمیں باادب رکھے اور اسی حالت میں موت عطا فرمائے۔

میں ہوں سنّی، رہوں سنّی، مروں سنّی مدینے میں
بقیعِ پاک میں بن جائے تُربت یارسولَ اللہ

مکالمہ

مغربی ممالک میں اسلام کو درپیش چیلنجز

نوٹ: اس کالم میں مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ کے تحت مختلف فکری اور عصری موضوعات پر منعقد کیے جانے والے مکالمہ کی روداد قلم بند کی جاتی ہے۔ درج ذیل مکالمہ کی نشست مدرسہ ھذا میں مورخہ 6 جنوری 2021ء بروز بدھ کو منعقد ہوئی، جس میں **خلیفہ حضور تاج الشریعہ استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر مبلغ اسلام حضرت علامہ مفتی ثاقب اختر القادری** اور **مدیر اعلی جناب محمد انس رضا قادری** کے مابین درج بالا عنوان پر مکالمہ کا سلسلہ ہوا۔

حضرت علامہ مفتی ثاقب اختر القادری صاحب نے ۱۹۹۹ میں دار العلوم امجدیہ کراچی سے درس نظامی کی تکمیل کی، پھر آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور ہند سے تخصص فی الفقہ کا کورس کیا بعد ازاں **تاج الفقہاء مفتی نظام الدین مصباحی** اور **بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی** رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سند فقہ و افتاء سے نوازا۔ نیز ۲۰۰۵ میں **حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان الازہری** رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر کراچی سے بریلی شریف حاضر ہوئے اور تین ماہ وہیں رہے، جہاں حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں فتاوی لکھے، نیز پچھلے جو فتاوی لکھ چکے تھے وہ بھی حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سے چیک کروائے جن میں سے بعض کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح بھی فرمائی، نیز عرس رضوی کے موقع پر حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سند فقہ و افتاء عطا فرمائی۔ پھر آپ دمشق چلے گئے جہاں آپ نے **معهد الفتح الإسلامي** اور **جامعة أم درمان الإسلامية** سے تعلیم حاصل کی۔

کراچی میں آپ دار العلوم انوار القادریہ اور دار العلوم برکاتیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، نیز مرکز العلوم اسلامیہ بادامی مسجد میں منتہی کتب کے مدرس رہے، الفیضان اکیڈمی فاران مسجد میں تخصص فی الفقہ کا کورس بھی کروایا نیز رضوی دار الافتاء حنفیہ اور دار الافتاء مرکز العلوم الاسلامیہ میں فتوی نویسی بھی فرماتے رہے۔ ۲۰۱۳ سے آپ برطانیہ میں مقیم ہیں اور اس وقت مانچسٹر مسلم کالج میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں نیز فتوی نویسی کا کام بھی انجام دے رہے ہیں۔

سوال: کہتے ہیں کہ مغربی ممالک میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کیا واقعی اسلام وہاں تیزی سے پھیل رہا ہے؟

مفتی ثاقب اختر القادری صاحب: پہلی بات تو یہ کہ جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں ہم انہیں Muslim Converts نہیں کہتے بلکہ Muslim Reverts کہتے ہیں اس لیے کہ اسلام دین فطرت ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

ترجمہ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ

ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے بعد اس کے والدین اسے یہودی بنادیتے ہیں یا نصرانی بنادیتے ہیں یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

چنانچہ جو اسلام کی طرف آجائے وہ در حقیقت اسلام میں منتقل نہیں ہوا بلکہ اسلام کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا ہے وہ تھا حقیقت میں مسلمان، پیدا ہوا تھا لیکن اِدھر اُدھر چلا گیا تھا اب واپس آگیا۔

اب رہا آپ کا سوال تو جواب یہ ہے کہ مغربی ممالک میں اسلام پھیل رہا ہے اس کے یہ معنی کہ غیر مسلم جوق در جوق اسلام قبول کر رہے ہیں، پورے پورے گاؤں اسلام قبول کررہے ہیں جیسے حضور سیدی تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان الازہری، سیدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان نوری میاں اور حضور جمالُ الانام حجت لاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہم کے دست ہائے مبارکہ پر پورے پورے علاقے اسلام قبول کر لیتے تھے تو یہ بات درست نہیں ہے۔ہاں لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں، گزشتہ عید میں تین چار لوگوں نے

میرے ہاتھ اسلام قبول کیا الحمد اللہ۔ کئی پروفیسرز، ڈاکٹرز اور لیکچرار ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے، ہمارے ساتھ ڈاکٹر صدیق ہوتے ہیں جو کہ پی ایچ ڈی اسکالر ہیں انہوں نے اور ان کی فیملی نے اسلام قبول کیا ہے۔

بہت سارے ایسے بھی ہیں جو بظاہر مسلمان نہیں ہوئے ہیں لیکن وہ اسلام کی حقیقت اور اس کی سچائی کو جانتے ہیں۔ میں نے ایک مضمون لکھا تھا اسلام سے متعلق جس میں یہ لکھا کہ اسلام توحید کی بات کرتا ہے تو ایک یونیورسٹی کے نامور پروفیسر جو کہ عیسائی ہیں مجھ سے کہنے لگے کہ آپ نے جو بات لکھی ہے وہ بڑی پُرکشش ہے اگرچہ عیسائیت میں بھی توحید کی بات ہے لیکن عیسائی خود پریشان ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ رب تعالی ایک ہے۔ تو پھر تین خدا کہاں سے آگئے؟ تثلیث کا تصور کہاں سے آگیا؟ کہ اللہ تعالی، حضرت عیسیٰ علیہ سلام اور حضرتِ جبریلِ امین علیہ السلام کو ملا کر مجموعہ کو ایک خدا مانتے ہیں تو یہ ایک تین کیسے ہو سکتا ہے؟ اور تین ایک کیسے ہو سکتا ہے؟ تو انہوں نے بڑے اچھے لفظوں میں اقرار کیا کہ اسلام جس توحید کی بات کرتا ہے وہ بالکل سیدھی اور سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ تو الحمد اللہ ایسے بھی کافی لوگ ہیں جو اسلام کی حقیقت اور اس کی سچائی کو جانتے ہیں جبکہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔

ہاں مسلمانوں کی اپنی تعداد بڑھ رہی ہیں یہ حقیقت ہے، اس وقت پورے یورپ میں مسلمانوں کی تعداد 4.9 فیصد ہے لیکن یہ کہنا کہ فلاں فلاں سن میں 70 سے 80 فیصد مسلمان کی تعداد ہو جائے گی یہ درست نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک سیاسی مقصد ہے کہ یورپ کے غیر مسلموں کو ڈرایا جائے کہ مسلمان بڑھ رہے ہیں تاکہ وہ ان کے خلاف کوئی عمل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ ترکی کو یورپی یونین میں شامل نہ کرنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اگر انہیں شامل کیا تو یورپ میں مسلمانوں کی تعداد 20 فیصد ہو جائے گی یوں فیصلوں پر مسلمانوں کا اثر ورسوخ بڑھ جائے گا۔

سوال: اسلام کو ان ممالک میں کن چیلنجز کا سامنا ہے؟ جنہیں ایک مبلغ اسلام کو پیش نظر رکھنا

ضروری ہے؟

مفتی ثاقب اختر القادری صاحب: دیکھیں صرف یورپ ہی نہیں پوری دنیا میں اسلام کو سب سے بڑا چیلنج جو در پیش ہے وہ اسلاموفوبیا کا ہے یعنی لوگوں کا ذہن بنایا گیا ہے یہ آپ کے اپنے ملک پاکستان میں بنایا گیا ہے کہ مسلمان انتہا پسند اور دہشتگرد ہیں، دینی جماعتیں بڑی تنگ نظر ہیں۔ خاص طور پر کرائے کے لوگوں کو لایا گیا باقاعدہ لوگوں کو پیسے دے کر اس قسم کی جماعتوں میں بھرتی کیا گیا، ایسے مولوی خریدے گئے جنہوں نے اسلام کا چہرہ خراب کیا جیسے عراق میں داعش آئی، داعش کے آنے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوا؟ بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بد ظن کیا، مسلمانوں کا قتل عام کیا، اس طرح سے مسلمانوں کے ملکوں میں اسلام کا تشخص برباد کیا۔ یہ اسلاموفوبیا ہی ہے کہ اب مسلمان اسلام سے ڈر رہا ہے کیوں کہ کسی مسلمان نے مسلمانوں کی ایسی حالت کبھی دیکھی نہیں تھی۔

9 ستمبر 2001ء میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر جو حملہ ہوا وہ بھی مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے ایک ڈرامہ تھا، چنانچہ اس کے بعد سے آپ نے دیکھا کہ پوری دنیا میں خاص طور پر ویسٹ میں مسلمانوں کے خلاف مہم چلائی گئی، اسی طریقے سے 7 جولائی 2005ء میں لنڈن میں مختلف جگہوں پر بم حملے ہوئے وہ بھی مسلمانوں کو بدنام کرنے کی سازش تھی ظاہر ہے جناب جب اس طرح کے معاملات ہونگے تو پھر لوگ اسلام سے بد ظن تو ہونگے خصوصاً اس وقت جب میڈیا اسلام مخالف لوگوں کے کے ہاتھ میں ہو جو کہ صبح و شام یہ کہیں کہ دیکھیں مسلمان یہاں لوگوں کو مار رہے ہیں وہاں مار رہے ہیں جب یہ ہو تو آپ کس منہ سے اسلام کی طرف بلائیں گے، اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلائیں گے کہ اسلام کا نقشہ جو ان کے ذہن میں ہے وہ یہ والا ہے تو یہ اسلاموفوبیا اس وقت سب سے بڑا چیلنج ہے۔

جب میں شام میں پڑھنے کے لیے گیا، وہاں عورتیں باپردہ ہوتی ہیں لیکن وہ پردہ کے اندر اسکرٹس پہنتی ہیں، پینٹ پہنتی ہیں، وہاں ہمارے کچھ لوگ مل گئے کہنے لگے: آپ نے دیکھا کہ

ان عورتوں نے اندر کیا پہنا ہے؟ میں نے کہا کہ بھائی میں پڑھنے آیا ہوں میں کیوں دیکھوں کہ ان باپردہ خواتین نے اندر کیا پہنا ہے؟ وہاں کے کلچر میں یہ چیزیں ہیں لیکن انہوں نے پردہ تو کیا ہوا ہے نا اب اندر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو بھئی آپ اسلام پھیلائیں لیکن اپنی ثقافت کو ان کے اوپر مسلط نہ کریں، اسلام ایک وسیع دین ہے آپ اپنی ثقافت کی وجہ سے ان پر حکم نہیں لگائیں اور ان کی مسلمانیت میں شک نہ کریں۔

تبلیغ دین کے لیے تیسرا بڑا چیلنج زبان کا مسئلہ ہے، یہ آپ کی اردو سے واقف نہیں ہیں، بلکہ پاکستان ہندستان کے بچے جو وہاں بڑے ہو رہے ہیں انہیں بھی اردو صحیح سے سمجھ نہیں آتی میں آپ کو اپنی مثال دیتا ہوں کہ میرے بچے 2015 میں پاکستان سے برطانیہ شفٹ ہوئے ہیں، انہیں وہاں رہتے ہوئے چھ سال بھی مکمل نہیں ہوئے لیکن میرا چھوٹا بچہ اُردو سے زیادہ انگریزی بولتا ہے ہم لوگوں کے ساتھ اُردو سے زیادہ انگریزی میں بات کرتا ہے اسے اردو سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے اس سے جو تھوڑا بڑا بیٹا ہے وہ تھوڑی زیادہ اردو سمجھ لیتا ہے، اب یہ تو وہ بچے ہیں جو یہاں سے جاتے ہیں اور کچھ سالوں میں فرفر انگریزی بولنا شروع کر دیتے ہیں، اردو بولنا سمجھنا ان کے لیے مشکل ہو جاتی ہے، تو وہ بچے جنہوں نے وہی جنم لیا ہے وہیں بڑے ہوئے ہیں ان کی بھی تین سے چار نسلیں گزر چکی ہیں اور وہ چاہتے بھی ہیں کہ اسلام سے متعلق معلومات انہیں ملیں لیکن آپ جناب وہی پنجابی، پٹواری اور اُردو میں لگے ہوئے ہیں، انہیں ان کی زبان میں سمجھانے کے لیے کوشش نہیں کرتے یہ مبلغین کی سستی ہے۔ چند پونڈ کی خاطر فاتحہ کے لیے سر کے بل چلے جاتے ہیں لیکن تبلیغ دین کے لیے مستقل محنت نہیں کرتے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ہم میں صبر کی بہت کمی ہے، جو تبلیغ دیں میں رکاوٹ کا سبب ہے جیسے یہاں ہم مدارس میں قرآن پڑھاتے ہیں تو ہم وہاں پر بھی اسی طریقے سے پڑھانا چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ وہاں ہماری وہی عزت ہو جو یہاں پاکستان میں ہوتی ہے، تو جناب وہاں پر وہ چھ سے آٹھ گھنٹے اسکول میں رہتے ہیں جہاں انہوں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ ٹیچرز کے ہاتھ

چومے جاتے ہوں یا استاد جی، استاد جی کہا جاتا ہو وہ آپ سے ایک عام طریقہ سے بات کریں گے، اب آپ میں اتنی صلاحیت ہونی چاہیئے کہ وہ آپ کی طرف جھک جائیں، اگر آپ میں یہ صلاحیت نہیں ہے تو آپ کیوں ان بچوں کے اوپر بے صبرے ہو جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہاں کے بچوں کے اندر کوئی ادب ہی نہیں ہے تمیز ہی نہیں ہے۔

اگر کوئی واقعی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ دیکھے کہ اس میں خود میں کیا کمی ہے اس کمی کو پورا کرے اور صبر کے ساتھ کام کرے، آپ کا کام آپ کے لفظوں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، کام کرنے والے کا کام بولتا ہے۔

سوال: کیا ہم تبلیغ دین کے لیے غیر مسلموں کا حلیہ اختیار کرلیں، جیسے، کئی مبلغین کرتے ہیں، تبلیغ دین کے لیے یہ چیز کتنی مؤثر ہے؟ خاص طور پر ڈارھی چھوٹی کروالیں یا منڈھوالیں۔

مفتی ثاقب اختر القادری صاحب: دیکھیئے یہ ایسے ہی ہے کہ آپ کسی کو برہنہ دیکھیں تو آپ اس کا جسم ڈھاپنے کے لئے اپنے کپڑے اُتارلیں تو یہ سمجھ آنے والی بات نہیں ہے کہ جناب کسی کو دین دار بنانے کے لیے آپ کو سب سے پہلے اپنی دینداری چھوڑنی ہو گی۔ اب اس کا دین دار بننا یا نہ بننا یہ ظنی ہے یقینی بھی نہیں اور اگر یقین بھی ہو تو بھی اس کی اجازت نہیں کہ آپ اپنی دین داری چھوڑدیں اس وجہ سے کہ دوسرا دین دار ہو جائے ٹھیک ہے لیکن یہاں پر تو یقین بھی نہیں ہیں صرف ظن ہی ظن ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْــًٔا ۚ

ترجمہ: بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا

ہاں یہ کہ اسلامی احکامات کی مختلف اقسام ہیں، کچھ فرض ہیں کچھ واجب ہیں کچھ سنتِ مؤکدہ ہیں کچھ سنتِ غیر مؤکدہ ہیں، کچھ مستحبات ہیں اور کچھ مباح ہیں۔ اب اگر سنتِ غیر مؤکدہ اور مستحب چھوڑ کر آپ کسی کا دینی فائدہ کرسکتے ہیں تو اس میں مسئلہ نہیں کیوں کہ ان کو چھوڑنا ویسے بھی ناجائز نہیں ہے جیسے عمامہ نہ پہننا کہ یہ گرچہ سنتِ لازمہ دائمہ متواترہ ہے لیکن

مؤکدہ پھر بھی نہیں ہے۔ اب اگر مجھے کسی جگہ اسلام کی نمائندگی کرنی ہے اور میں عمامہ پہن کر نہیں جارہاہوں تھوڑاسا گھلنا ملنا چاہ رہاہوں تو اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے، اس طرح اگر کوئی لڑکوں میں بیٹھ کر کام کرنا چاہ رہاہے اور اس نے پجامہ پہن لیا جو کہ بہت زیادہ تنگ نہیں ہے جو ورزش کا ہوتا ہے تو اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

ہاں جو احکامات اللہ اور رسول کی طرف سے لازم ہیں آپ کے اوپر چاہے وہ فرض ہوں ،واجب ہوں یا پھر سنتِ مؤکدہ ہوں ان کو ان حیلوں اور بہانوں سے چھوڑا نہیں جاسکتا۔ اصل مسئلہ یہاں خواہش نفس کا ہے تبلیغ دین کا بہانہ بنا کر اپنے الو سیدھے کرنے والی بات ہے۔

سوال: یہاں سے جو لوگ تبلیغ دین کے لیے ان ممالک میں جاتے ہیں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کیا وہ صحیح طور پر کام کر رہے ہیں؟ یا انہیں معلوم ہی نہیں کہ وہاں کس طرح کام کرنا ہے یا اپنے ایک مخصوص طبقہ میں رہ کر واپس آجاتے ہیں؟

مفتی ثاقب اختر القادری صاحب: جیسا کہ میں نے پہلے عرض کی کہ تبلیغ دین کے لیے زبان کی بڑی اہمیت ہے، اب اگر مبلغ ان کی زبان نہ بول سکے تو ظاہر ہے اس نے اپنے مخصوص حلقہ اور اپنی مخصوص جماعت ہی میں رہنا ہے جنہیں اس کی زبان سمجھ آئے گی اب مبلغ صاحب اتنے بڑے کوئی ولی تو نہیں کہ اردو بولیں اور انگریزوں کو سمجھ آجائے یا اُردو بولیں اور فرانسیسی کہے ماشاءاللہ سبحان اللہ تو ایسا تو ہونا نہیں ہے۔ ہاں اگر جانے والا ایسا ہے کہ جس کے قدموں کی برکت سے حقیقت میں بہار آجائے جیسے ہمارے بزرگ جاتے تھے جیسے حضور سیدی تاج الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ جہاں بھی تشریف لے جاتے تھے تو ان کے پیچھے لوگ اس طرح آتے تھے جیسے شہد کی مکھی چھتے کے پیچھے آتی ہے، ان کو دیکھنے سے ہی دل میں اسلام بیٹھ جایا کرتا تھا، ان کے تشریف لانے سے مقامی علماء ہی اتنا کچھ سیکھ لیا کرتے تھے ، علماء میں اسلام کا جذبہ بڑھ جایا کرتا تھا تو ان جیسے بزرگوں کا جانا تو ظاہر ہے نیلی خیر ہے۔

باقی وہ جناب جن میں اتنی قابلیت نہیں، جو اپنے علاقوں میں استقامت کے ساتھ دین کا کام

نہیں کرتے تو وہ صرف مبلغ اسلام بن کر جاتے ہیں، چار، چھ، آٹھ تقریریں کرتے ہیں اور کہیں سے سو پاؤنڈ اور کہیں سے دو سو پاؤنڈ پکڑ کر واپس آجاتے ہیں، خیر میں اس بات کے خلاف نہیں ہوں اللہ ہم سب کو رزق عطا فرمائے لیکن یہ کہ بڑی بڑی باتیں کرنا کہ ہم نے یوں کر دیا، یوں کر دیا تو بہر حال ایسے کاموں سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔

سوال: اکثر غیر مسلم ممالک سیکولر ہیں، جہاں عموماً تمام مذاہب کو آزادی ہوتی ہے اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اس کی ترویج میں، لیکن سیکولر نظام ہوتے ہوئے بھی دیگر مذاہب کے مقابلے میں مسلمانوں کے ساتھ رویہ مختلف ہے، کیا یہ درست ہے؟

مفتی ثاقب اختر القادری صاحب: دیکھیئے اسلام کے ساتھ زیادتی کہاں نہیں ہو رہی؟ اس وقت بھی فرانس میں ایک میوزیم ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں کٹے ہوئے سر رکھے ہیں وہ سب مسلمانوں کے ہیں۔ اسپین میں انہوں نے ایک میوزیم بنایا ہوا ہے جس میں مسلمانوں کے جسموں کو لٹکایا ہوا ہے، کہیں پر بچہ لٹکا ہوا ہے تو کہیں پر عورت، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر مسلمانوں کے خلاف کتنا بغض بھرا ہوا ہے۔ آزادی اظہار رائے Freedom of speech کے نام پر سید عالم ﷺ کے معاذ اللہ خاکے بنانا، قرآن مجید کو جلانے کی مہم چلانا اور مسلمانوں کے مقدسات کی توہین کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کے ساتھ کس حد تک زیادتی کی جا رہی ہے۔

اگر آپ کے پاس اسلام کے خلاف، رسول اللہ ﷺ سے متعلق، قرآن سے متعلق کچھ سوالات ہیں تو آپ سوال کریں اور ہم سے جواب لیں، ہم اس حق کے خلاف تو نہیں ہیں، ہم جانتے ہیں کہ آپ کافر ہیں، آپ کے ذہنوں میں شبہات ہونگے لیکن گستاخی کرنا یہ تو بد تہذیبی ہے، یہ آزادی اظہار رائے Freedom of speech نہیں بلکہ کسی کی توہین کی آزادی Freedom of insult ہے۔ مسلمان تو وہ ہے جو صرف سیدِ کونین ﷺ کی ناموس ہی کی بات نہیں کرتا بلکہ مسلمان کے نزدیک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معاذ اللہ گستاخی کرنے والا ایسا ہی

ہے جیسے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا، کسی بھی نبی علیہ السلام کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ مسلمان کو تو معبودانِ باطلہ کو بھی گالی دینے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اسلام ہمیں اخلاقیات سکھاتا ہے، دلیل سے بات کرنے کا طریقہ بتاتا ہے، کسی کو گالی دینا ہمارا طریقہ نہیں ہے۔

سوال: اسلام ایک دین اور مکمل ضابطہ حیات ہے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ مغربی ممالک میں اسلام کی مکمل شکل بیان کرنا مشکل ہے؟ خاص کر جہاد اور سیاست کے حوالے سے۔

مفتی ثاقب اختر القادری صاحب: دیکھیں ہر چیز آہستہ آہستہ ہوتی ہے، یہاں پر کوئی آپ سے اسلام سیکھنے آتا ہے تو ظاہر ہے پہلے دن تو آپ اُس کو حافِظ، قاری، عَالم، مفتی، محدث سب کچھ تو نہیں بنا دیتے، آہستہ آہستہ کام کرتے ہیں۔

پھر سب سے پہلے تو ہم مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنا چاہیئے، ہمارے افعال، ہمارا کردار ہماری لفاظی سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، اگر ہمارے افعال اچھے ہوں تو لوگ ہمیں دیکھ کر اسلام سے متاثر ہونگے، لیکن اگر حال یہ ہو کہ مسلمان کی ٹیکسی میں کوئی کافر بیٹھ جائے اور وہ اُس کو خوب گھوما گھوما کر منزل تک پہنچائے یوں زیادہ پاؤنڈ چارج کرے تو بتائیں کہ وہ کافر کیا مسلمان سے بد ظن نہیں ہو گا؟ کیا اسلام کا چہرہ اس کے نزدیک داغ دار نہیں ہو گا؟ تو پہلے خود عمل کریں، پھر آپ لوگوں کو اسلام کی ابتدائی باتیں بتائیں گے یوں طریقے سے کام کیا جائے گا، جو چیز سب سے زیادہ اثر کرتی ہے وہ آپ کی محنت ہوتی ہے۔

سوال: مغربی ممالک میں اگر ہم مسجد یا مدرسہ قائم کرنا چاہیں تو گورنمینٹ سطح پر معاونت ملتی ہے، یا مسلمانوں کے لیے کافی مسائل ہیں؟

مفتی ثاقب اختر القادری صاحب: میں تو برطانیہ کو جانتا ہوں اور برطانیہ میں ایسی کوئی بھی امداد نہیں ہے یعنی آپ مسجد بنانا چاہیں یا مدرسہ بنانا چاہیں تو اس کے لیے امداد نہیں ملتی ہے، ہاں اگر

آپ اسلامک اسکول قائم کرنا چاہتے ہیں اور کمیونٹی کی ایک بہت بڑی تعداد آپ کے ساتھ ہو تو بعض صورتوں میں امداد مل جاتی ہے لیکن یہ بھی بہت کم ہے، مساجد یا مدارس، مدارسِ دینیہ کے لیے تو ایسا کچھ بھی نہیں۔

سوال: پاکستان میں جو دنیاوی تھوڑی اچھی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں تو پھر اُن کا ذہن ہوتا ہے کہ پاکستان چھوڑ دیں اور امریکہ یا برطانیہ جا کر رہیں تا کہ اچھے طریقے سے زندگی گزاریں تو اسلام کے مطابق آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اُن کا یہاں رہنا بہتر ہے کہ وہاں چلے جانا بہتر ہے؟

مفتی ثاقب اختر القادری صاحب: دیکھیئے جناب آپ یہاں سے چلے جاتے ہیں اور وہاں ماشاء اللہ آپ بہت اچھا کما رہے ہیں لیکن وہ دار الحرب، کفر کی سرزمین ہے بہت سے یورپی ممالک میں مساجد بہت کم ہیں، آپ ہر نماز میں مسجد نہیں جاسکتے، جب آپ نہیں جاسکتے تو آپ اپنے بچے کو کیا لے کر جائیں گے، وہاں گھر میں دینی ماحول بنانا بہت مشکل کام ہے۔ پھر وہاں کرسمس منایا جاتا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ معاذاللہ حضرت عیسی علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، اس پر نظمیں پڑھی جاتی ہیں، ہمارے مسلمان بھی ان تقریبات میں شرکت کرنے لگ جاتے ہیں۔ تو وہاں جا کر رہنا اور اپنے دین ایمان کو بچا لینا اتنا آسان نہیں ہے ہم نے وہ لوگ بھی دیکھے ہیں جن کا انتقال ہو گیا اور اُن کے بچوں نے اُن کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، ایسے بھی دیکھے جنھوں نے گوری سے شادی کر لی جب وہ مرے تو گوری نے عیسائیوں کے قبرستان میں دفنا دیا الامان والحفیظ۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ کمانا ٹھیک ہے، آپ کچھ عرصے کے لیے ضرورت ہے تو جائیے لیکن ہمیشہ کے لئے پیچھے سے تعلق ختم کر دینا آپ کو بہت مہنگا پر سکتا ہے اور ایمان کی سلامتی خطرے میں پر سکتی ہے، میں تو بزرگوں کے کہنے پر برطانیہ گیا ہوں اور ابھی بھی اس معاملے پہ بہت زیادہ سوچتا رہتا ہوں۔

(ختم شد)

تحقیقات

احیائے مخطوطات وقت کا تقاضہ

ابو الابدال محمد رضوان طاہر فریدی

تصنیف و تالیف کی اہمیت اہل بصیرت پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کسی بھی قوم کو اس سے انکار نہیں اور ہر قوم کے اندر اس کا رجحان صرف پایا ہی نہیں جاتا بلکہ مختلف علوم وفنون پر ان کے پاس لٹریچر بھی موجود ہے مسلمانوں کے پاس ان کے بزرگوں کا وہ علمی سرمایہ موجود ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی کسی اور قوم کے پاس محفوظ نہیں یہ الگ بات ہے کہ اس سرمائے کا بڑا حصہ اپنی غفلتوں کے سبب یورپ و امریکہ کی لائبریریوں میں جا پہنچا اور جو اپنے پاس بچا ہے اس کا بھی بڑا حصہ ابھی تک مخطوطات کی صورت میں مختلف لائبریریوں کی زینت بنا ہوا ہے اور زبان حال سے ہم سے تقاضہ کرتا ہے کہ جدید تحقیق وتدوین کے طریقہ پر اسے زندہ کیا جائے مگر ہم ہیں کہ ابھی تک اس کام کی اہمیت سے صحیح معنوں میں واقف نہیں ہوئے نہ اس کی طرف توجہ دی نہ اس کام کے لیے اداروں کی بنیاد رکھی اور نہ موجودہ اداروں میں اس کے لیے کوئی علیحدہ سے شعبہ قائم کیا۔

مستشرقین میں سے بہت سوں نے اسلامی علوم وفنون پر مشتمل قلمی کتابوں کو تحقیق وتدوین کے مراحل سے گزار کر بڑی آب و تاب سے شائع کیا اور مسلسل کر رہے ہیں حالانکہ یہ کام ہمارا تھا اور ہم پر ہی لازم ہے کہ اس کو خود کریں غیروں کو موقع نہ دیں نیز انہوں نے اپنی یونیورسٹیوں و اداروں میں جہاں مستقل تحقیقی مقالات کے اصول وضوابط وضع کیے، مختلف کورسز مثلاً پی، ایچ، ڈی اور ڈی فل وغیرہ متعاورف کروائے وہیں تدوین مخطوطات سے آگاہی پر مشتمل کورسز کا بھی آغاز کیا۔

دنیا میں علم کے نور کو عام کرنے میں مسلمانوں کا بڑا اہم اور بنیادی کردار ہے اس امت

سے قبل کسی اور امت کو علمی پہلو سے انسانی تہذیب کی اس طرح خدمت سر انجام دینے کی سعادت میسر نہ آئی جو اس امت کو ملی ہے مختلف علوم وفنون کی پیش کش نیز انہیں انسانوں سے متعارف و عام کرنے میں انہوں نے فعال کردار ادا کیا ہے آج بھی دنیا بھر کی لائبریریوں میں موجود لاکھوں مخطوطات مسلمانوں کی علم دوستی پر شاہد ہیں۔

تاریخ اسلام میں دو مواقع ایسے بھی آئے جب امت مسلمہ کا یہ علمی سرمایہ ضائع کر دیا گیا۔

اول جب تار تاریوں نے شہر بغداد پر حملہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں کو شہید کرنے پر ہی اکتفانہ کیا بلکہ ان کے خون جگر سے لکھے ہوئے لاکھوں اسلامی مخطوطات کو بھی دریائے دجلہ وفرات کی نظر کر دیا کہا جاتا ہے ان مخطوطات کی سیاہی کی وجہ سے دجلہ وفرات کا پانی نیلے وکالے دو رنگوں میں تبدیل ہو گیا تھا۔

دوم سقوطِ غرناطہ کے بعد عیسائیوں نے پہلے تو مسلمانوں کو وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا پھر بعد میں عیسائی پادری خمینس (بعض اسے شیمنس کہتے ہیں) کے کہنے پر تمام بلاد اندلس سے اسلامی کتابوں کو اسکوریال چرچ میں جمع کرکے انہیں نذر آتش کر دیا گیا، نیز مختلف علوم وفنون کے بے بہا خزانے کو باب الرہلہ (غرناطہ) کے چوک میں لاکر ڈھیر کیے گے اور پھر ان کو بھی آگ لگا کر نذر آتش کر دیا گیا مسٹر ایس پی اسکاٹ اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

اس وحشیانہ مذہبی جوش سے جو نقصان دنیا کو پہنچا اس کا ادنی اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ غالبا دنیا بھر میں ایسا قیمتی ذخیرہ علوم وفنون کا کہیں نہ ہو گا جس کو شیمنس نے اس تاریخی چوک میں خاک سیاہ کر دیا، اس وحشیانہ فعل سے مالی نقصان تو بہت ہی ہوا تھا مگر اس کا مہلک اثر جو سوسائٹی پر پڑا وہ بلکل ناقابل بیان ہے اس سے وہ یگانہ روزگار علمی یادیں تباہ ہو گئیں

جن کا بدل ناممکن ہے گھڑی بھر میں اس نے صدیوں کا جمع کیا ہوا وہ بیش بہا خزانہ خاک سیاہ کر دیا جس سے زمانہ حال کے مورخ مسلمانان اندلس کی تہذیب کے متعلق ایسے ماخذ پیدا کر سکتے تھے جن کا علمی دنیا میں اب پتا لگانا بلکل ممکن نہیں ہے۔

(تاریخ اسپین (مترجم) ضمیمہ ۳، صفحہ ۵۵۶، مشتاق بک کارنر لاہور)

اس دوران جو مخطوطات نذر آتش ہوئے بعض نے ان کی تعداد دس لاکھ سے بھی زائد بتائی ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی اسباب ہیں جن کی بناء پر ہمارے بزرگوں کا چھوڑا ہوا علمی ورثہ ضائع ہوا اور ہو رہا ہے ان میں بعض یہ ہیں (۱)عدم توجہ (۲) کیڑا لگنا(۳) حشرات الارض (۴)سیلاب وزلزلے(۵)چوری ہونا(۶) آگ لگنا وغیرہ مگر اس ساری صورت حال کے باوجود آج بھی دنیا بھر میں مسلمانوں کے علمی ورثہ میں موجود مخطوطات کی تعداد دیگر قوموں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اور دنیا بھر کی لائبریریاں ان اسلامی مخطوطات سے بھری پڑی ہیں جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے وقت کا تقاضہ ہے کہ ان مخطوطات کو جدید طریقہ تحقیق وتدوین کے مطابق طباعت کے مراحل سے گزار کر منظر عام پر لایا جائے تاکہ امت مسلمہ کا حال ومستقبل ماضی کے ساتھ مربوط ومضبوط ہو سکے اور نسل نو اپنے اسلاف کے علمی کارناموں سے آگاہ ہو کر اپنی نشاۃ ثانیہ کے لیے عملی اقدامات کا آغاز جلد سے جلد کر سکے۔

یہ کام کسی فرد معین یا ایک دو اداروں کے بس کی بات نہیں بلکہ دنیا بھر کی اسلامی یونیورسٹیاں، تحقیقی ادارے اور مدارس کے محققین اساتذہ وطلبہ اس طرف ذوق وشوق سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تو کہیں جا کر گوہر مقصود ہاتھ آنے کی امید کی جاسکتی ہے لہذا مزید وقت ضائع کیے بغیر اس اہم کام کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے شعوری طور پر باقاعدہ مہم چلانے کی ضرورت ہے جو دنیا بھر کے مسلم محققین، اساتذہ وطلبہ کو اس کی افادیت تسلیم

کرنے اور یہ کام کرنے پر مجبور کر دے۔

اس لیے اہل علم و قلم آج سے ہی اپنی توجہ اس طرف مبذول کریں، تحقیق و تدوین کے اصول وضوابط پر کتب لکھیں، مجلات میں تسلسل سے مضمون لکھیں، خصوصی نمبرز شائع کریں کانفرنس و سیمنارز منعقد کریں، ادارے بنائیں، کام کرنے والوں سے علمی و مالی تعاون کریں تاکہ وقت قلیل میں ہمارا یہ علمی ورثہ دنیا بھر کی لائبریریوں کے تاریک کونوں سے نکل کر نسل نو کے ہاتھوں میں محفوظ ہو جائے۔

مخطوطات کی حیات نو کا تعلق تصنیف و تالیف سے بڑا مضبوط جڑا ہوا ہے صحیح معنوں میں یہ کام وہ ہی کر سکے گا جو پہلے سے تحقیقی مقالات قلمبند کرنے کے فن سے آگاہ ہو مگر اس طرف بھی جمود طاری ہے چار دہائیاں قبل نہ تو تصنیف و تالیف کا ذوق رکھنے والے نظر آتے تھے نہ پڑھنے والے یہاں تک کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی بڑی بڑی اہم کتب ان کی وفات کے بعد بھی کئی سالوں تک سامنے نہ آسکیں، درد دل رکھنے والے بعض بزرگوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو تصنیف و تالیف کی افادیت واہمیت کو سمجھتے ہوئے اس طرف خصوصی توجہ دی خود بھی لکھا اور بہت سے سوئے ہوؤں کو بیدار کیا، پھر کیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے لکھنے والے سامنے آئے اور کئی ادارے و مکتبے بھی وجود میں آگے مگر اس میں بنیادی کمی یہ رہی کہ اس شاہرہ پر قدم رکھنے کے باجود اصل مقصد کی طرف نظر نہ گئی اور لکھنے والوں کی اکثریت کو خالص علمی و تحقیقی ذوق میسر نہ آیا اور وہ فروعی و روایتی مباحث و مسائل میں الجھ کر رہ گے اور اس پر اس کثرت سے لکھا گیا کہ مارکیٹ میں ان موضوعات پر لکھی ہوئی کتب کی بہتات پائی جاتی ہے جو یقینا زائد از حاجت ہوتی ہیں ان فروعی وروایتی اور غیر علمی و تحقیقی مباحث کا اس قدر غلبہ ہے کہ نومولود قلم کار غیر شعوری طور پر اس کے اثرات قبول کرتے ہیں اور انہی موضوعات پر لکھنا شروع ہو جاتے ہیں جبکہ علمی و تحقیقی مواد ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا جس کا نقصان یہ ہوا کہ سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے علماء ومشائخ

کا مقام و مرتبہ عوام کی نظروں میں وہ نہ رہا جو پہلے تھا اور عوام بھی ان کی دسترس سے باہر ہوتی جا رہی ہے یہی وجہ ہے کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت مسلسل ضرر اور امت نت نئے فتنوں اور مصائب میں مبتلا ہے مگر ہم ہیں کہ ابھی تک اپنا مزاج علمی و تحقیقی نہ بنا سکے اور موجودہ حالات کے پیش نظر یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ مستقبل میں بھی کوئی ایسی علمی فضا نظر نہیں آ رہی جو ہماری کوتاہیوں کا ازالہ کر سکے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا کھویا ہوا علمی وقار بحال ہو اور امت مزید مصائب و آلام سے بچی رہے تو ہم پر لازم ہے کہ مزید وقت ضائع کیے بغیر ایک جامع منصوبہ کے تحت اور بلند مقاصد کے پیش نظر ایسے اقدامات کریں جس کی بدولت مستقبل قریب میں ہمیں مدارس اسلامیہ سے خالص علمی، تحقیقی و فکری مزاج رکھنے والے رجال میسر آ سکیں جو امت کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دیں۔

صاحبان نظر و فکر اور اہل منصب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جلد از جلد اس سمت توجہ دے کر مناسب اقدامات کریں۔

مدارس اسلامیہ میں بجائے اس کے کہ طلباء کو ایک مخصوص نصاب پڑھا کر انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے بہتر اور دور رس نتائج دینے والا انقلابی قدم یہی ہو سکتا ہے کہ جہاں نصابی کتب پڑھانے کا اہتمام ہے وہیں طلباء کو خالص علمی و تحقیقی مقالات قلمبند کرنے کی خصوصی تربیت دینے کے لیے ایک علیحدہ کلاس کا اہتمام کیا جائے، جہاں ان کی اس انداز میں تربیت کی جائے کہ جس طرح وہ اچھے مقرر مدرس اور مناظر بنتے ہیں ایسے ہی ایک اچھے محقق بھی بن سکیں۔

اس کے لیے درج ذیل جدول کو کمی و بیشی کے ساتھ اپنا کر بہتر نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ تحریری کام کی وہ کون سی جہتیں ہیں جہاں طلباء کو بالخصوص تربیت دینے کی حاجت ہے تو اس ضمن میں جن کو فوقیت حاصل ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ صحافت ۲۔ تاریخ ۳۔ جمع موضوعات

۴۔ تخریج ۵۔ تحشیہ و تسہیل ۶۔ تراجم

۷۔ رد فرقہ باطلہ و مذاہب ۸۔ تقابلی مطالعہ ۹۔ تدوین قلمی کتب و مخطوطات

اب ہم مذکورہ بالا بیان کردہ جہتوں پر کام کرنے کا عملی طریقہ اختصار سے بیان کرتے ہیں:

اول تو ہر مدرسہ میں تصنیف و تالیف کی علیحدہ کلاسز کا اہتمام کیا جائے جہاں طلباء کی خصوصی تربیت کے لیے علیحدہ اساتذہ کا تقرر ہو جو مذکورہ شعبہ کے ماہرین پر مشتمل ہوں اس کلاس کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے ہو۔

اب اس کلاس میں درجہ ثالثہ یا رابعہ سے ان طلباء کو بٹھایا جائے جن کا پہلے پڑھائی میں رزلٹ اچھا رہا ہو، ابتداء میں ان طلباء کو تحریری کام کی اہمیت و مقاصد سے آشنا کیا جائے تا کہ وہ اس کام کے لیے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کر لیں بعد میں مخصوص ایام کے اندر انہیں تحریر و تحقیق کے اصول و ضوابط سکھائے جائیں،اس کے بعد صحافت کی اہمیت وافادیت سے آگاہ کرنے کے بعد ماہرین صحافت کے کالم پڑھانے کے ساتھ مختلف موضوعات پر کالم لکھوئے جائیں، ان میں سے جو درست اور اچھے ہوں انہیں اخبارات اور رسائل میں چھپوایا جائے۔

اس شعبہ کو ہم مذہبی صحافت اور غیر مذہبی صحافت میں تقسیم کر سکتے ہیں کیونکہ عصر حاضر میں دونوں کے مناہج و مقاصد جدا جدا ہیں اور ان پر کام کرنے والے بھی الگ الگ گروپوں میں تقسیم ہیں لیکن یہاں طالب علم کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ دونوں طرف اچھا لکھ سکے۔

اس کے بعد تاریخ (جس میں اسلامی و غیر اسلامی تاریخ پھر اس کی آگے مختلف شاخیں اور علماء و مشائخ کی سوانح وغیرہ سب شامل ہیں) پر مطالعہ کروا کر ایک مختصر مقالہ لکھوایا جائے مناسب ہو گا کہ یہ مقالہ علماء و مشائخ اہلسنت کی سیرت پر ہو۔

اس مرحلہ میں کامیابی کے بعد طلباء کو ایک معین تعداد میں تحقیقی مقالات کا مطالعہ کروایا

جائے مطالعہ کے بعد ان کے سامنے مختلف موضوعات رکھے جائیں جس میں سے وہ اپنی پسند کے موضوع پر مقالہ قلمبند کریں جس کا حجم کم از کم ۵۰ اور زیادہ سے زیادہ ۱۵۰ صفحات ہوں۔

اب انہیں تخریج کے اصول وضوابط اور طریقہ کار سکھایا جائے۔

اور ساتھ ہی تحشیہ وتسہیل کے فن سے بھی آگاہ کیا جائے اور آخر میں کسی کتاب کے معین صفحات یا رسالہ پر عملی تربیت دے کر اس فن میں نکھار پیدا کریں۔

اس کے بعد تراجم کی طرف آئیں اور علماء ومشائخ اہلسنت کے رسائل وکتب کے اردو سے عربی، فارسی انگلش وغیرہ اور دیگر زبانوں سے اردو تراجم کروانے کے ساتھ ساتھ اس فن کی نزاکتوں، طریقہ کار اور اہمیت وضرورت سے آگاہ کریں۔

یہاں تک کامیابی کے بعد طلباء کو رد فرقہ باطلہ ومذاہب کے فن سے آگاہ کیا جائے اور مختصر مقالات کے ذریعے عملی تربیت کے مراحل سے گزارہ جائے مگر یہاں بڑی حتیاط کی ضرورت ہے کہ یہ شعبہ جتنا پر کشش وجاذب اور دلچسپ نظر آتا ہے اتنا ہی پر خطر بھی ہے یوں کہہ لیں دھار پر چلنے کے مترادف ہے مسئلۂ تکفیر بھی اپنی کئی جہتوں کے ساتھ اسی سے وابستہ ہے اور عالم اسلام کی نازک حالت بھی پیش نظر ہے بس قدم سوچ سوچ کر اٹھانے کی ضرورت ہے۔

رد کے متعلق طلباء کو یہ باتیں خصوصی طور پر ذہن نشین کرائیں کہ رد کی حاجت کیوں اور کس قدر ہے اس کا طریقہ کار اور حدود کیا ہیں اس کی افادیت ومقاصد کیا ہیں کیا یہ ضرورت ہے یا مقصد؟ (یقینا یہ ضرورت ہے مقصد نہیں)

اور اس پر بھی بھرپور توجہ دیں کہ طلباء نازیبہ کلمات سے بچنے، شائستگی ووقار کو اپنانے اور اپنے موقف کو ٹھوس علمی دلائل سے پیش کرنے والے بن جائیں نیز انہیں مسئلۂ تکفیر کی نزاکتوں سے آگاہ کر کے بقدر ضرورت وحاجت اس سے دور رہنے اور ایسے مسائل کو اکابر کی طرف پھیرنے کی تلقین کی جائے۔

اگلے مرحلہ میں تقابلی مطالعہ پر مختصر سا مقالہ لکھوایا جائے جس کا حجم ۴۰ صفحات سے

زائد نہ ہو۔

تربیت کے یہ تمام مراحل درجہ بدرجہ تسلسل کے ساتھ درس نظامی کے نصاب کے ساتھ اختتام پذیر ہوں

دوران تربیت طلباء جو مقالات لکھیں استاد ان پر سخت تنقیدی نگاہ ڈالے، غلطیوں کی نشاندہی کر کے اصلاح کروائے اگر مقالہ زیادہ ہی ناقابل اطمینان ہو تو استاد طالب علم سے مقالہ دوبارہ لکھوائے اور اصلاح و چھانٹ پھٹک کا کام اس وقت تک جاری رہے جب تک استاد مطمئن نہ ہو جائے۔

اس شعبہ (کلاس) کی طرف سے سہ ماہی یا ششماہی مجلہ کا اجرا بھی ہونا چاہیے جس میں طلباء کے صرف وہ مقالات شائع ہوں جن کی ان کے استاد نے تصحیح کے بعد اجازت دی ہو (مجلہ کے اخراجات طلباء اپنی جیب فنڈ سے باآسانی پورے کر سکتے ہیں)

اس کام کے لیے ایک بڑی لائبریری کا ہونا ناگزیر ہے اور ہر مدرسہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا، اس کمی کو انٹرنیٹ کے ذریعہ پورا کیا جا سکتا ہے جہاں دنیا بھر کی مختلف ویب سائٹوں میں ہزاروں (بلا مبالغہ لاکھوں) کتب موجود ہیں جنہیں مفت ڈاؤنلوڈ کیا جا سکتا ہے لہذا بقدر ضرورت لیپ ٹاپ کا اہتمام کر لیا جائے جن میں مختلف موضوعات پر اہم و ضروری مراجع و مصادر کو ترتیب سے محفوظ کر کے طلباء کو مواد فراہم کر دیا جائے۔

آخر میں جب طلباء درس نظامی کورس مکمل کر کے اپنی پڑھائی سے فارغ ہو جائیں تو ان سے ماہرین مخطوطات کی زیر نگرانی کسی مخطوطہ یا قلمی کتاب پر تحقیق و تدوین جیسا بنیادی کام کروا کر انہیں منظر عام پر لایا جائے، اس طرح احیاء مخطوطات کے مقصد میں بھی کامیابی ہو گی اور طلباء کی تربیت کے مقاصد بھی پورے ہوں گے۔

اس دوران طلباء کو مناسب وظیفہ بھی دیا جائے تاکہ وہ فکر معاش سے بے پرواہ ہو کر یکسوئی کے ساتھ کام کر سکیں۔

تحلیل وتجزیہ

تخریج اور اس کی ضرورت و اہمیت (دوسری قسط)

محمد گل فراز مدنی عطاری

(اسلامک ریسرچ سینٹر دعوتِ اسلامی)

متروکہ اور مشکل تخاریج کے حوالے سے راہنمائی:

بسا اوقات کوئی تخریج بار بار ڈھونڈنے کے باوجود نہیں مل رہی ہوتی ہے یا تخریج مشکل ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی جاتی ہے۔ تخریج نہ ملنے کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ کبھی تلاش کرتے ہوئے درست الفاظ کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ کبھی مطلوب بات کو ہم صحیح طور پر سمجھ نہیں پاتے جس کی وجہ سے تخریج کرنے میں مشکل ہوتی ہے۔ جس چیز کی تخریج کر رہے ہوتے ہیں وہ بات ان الفاظ سے تو نہیں مل رہی ہوتی ہے لیکن اس سے ملتے جلتے الفاظ سے مل جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ان ملتے جلتے الفاظ سے تخریج کر دینی چاہیے اور آخر میں مفہوماً یا بتغیر کا اضافہ کر دیا جائے۔ کبھی کتاب سے کوئی بات نہیں مل رہی ہوتی ہے مگر سوفٹ ویئرز اور نیٹ کے ذریعے وہ مل جاتی ہے۔

تخریج کرنے میں غلطیاں اور مشکلات:

حوالہ دینے اور تخریج کرنے میں کبھی جلد بازی، کبھی غور و فکر نہ کرنے، کبھی بات کو نہ سمجھنے اور کبھی کتابت و کمپوزنگ وغیرہ کے سبب غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح کبھی مؤلف سے تسامح یا پھر ناشر کی غفلت کی وجہ سے حوالہ غلط درج ہو جاتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں چنانچہ بہار شریعت حصہ ۳ جلد ۱ صفحہ ۶۱۵ پر ہے: سُترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ (درمختار ردالمحتار)

اسلامک ریسرچ سینٹر (المدینۃ العلمیہ) کی طرف سے اس پر یہ حاشیہ دیا گیا: یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے: سنت یہ ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان فاصلہ

زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ ہو۔

بہار شریعت حصہ ۷ جلد ۲ صفحہ ۶۷ پر ہے: اگر مہر مؤجل (جس کی میعاد موت یا طلاق تھی) یا مطلق تھا اور طلاق یا موت واقع ہوئی تو اب یہ بھی معجل ہو جائے گا یعنی فی الحال مطالبہ کر سکتی ہے اگرچہ طلاقِ رجعی ہو مگر رجعی میں رجوع کے بعد پھر مؤجل ہو گیا۔

اسلامک ریسرچ سینٹر (المدینۃ العلمیہ) کی طرف سے اس پر یہ حاشیہ دیا گیا: بہار شریعت کے تمام نسخوں میں یہاں عبارت ایسے ہی مذکور ہے، غالباً یہاں کتابت کی غلطی ہے کیونکہ عالمگیری اور ردالمحتار میں ہے کہ رجوع کے بعد پھر مؤجل نہیں ہو گا۔

کبھی کسی کتاب کا حوالہ مؤلف کی کتاب سے پہلے والی کتابوں میں نہیں ملتا تو بعد والی کسی کتاب سے حوالہ نقل کر دیا جاتا ہے۔ حوالہ نقل کرنے والے کی غفلت کہیں یا پھر بھول، جس کتاب سے حوالہ منقول ہوتا ہے وہ بات اسی کتاب کے حوالے سے وہاں منقول ہوتی ہے۔ مثلاً قوت القلوب کی کسی روایت کی تخریج "اتحاف السادۃ المتقین" سے کی جائے اور وہاں اس روایت کے ذکر کے بعد یہ ہو کہ اس روایت کو امام ابو طالب مکی علیہ الرحمہ نے قوت القلوب میں ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ کوئی حوالہ نہ ہو۔ گویا اس صورت میں ہم قوت القلوب کی تخریج قوت القلوب سے ہی کر رہے ہیں اور ایسا کرنا درایت اور اصول تخریج کے خلاف ہے۔ اس طرح کی بہت سی چیزیں حوالوں کی چھان بین کے دوران سامنے آتی ہیں۔

تخریج کرنے اور حوالہ دینے میں یہ غلطی بھی ہوتی ہے کہ غیر مستند کتاب سے حوالہ دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ پاک و ہند میں نور نامہ جو منظوم انداز میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پر مشتمل ہے اور اردو زبان میں ہے ایک زمانہ تک بڑی شہرت کا حامل اور عوام میں خاصا مقبول رہا ہے۔ بعض لکھنے والوں نے اس کے اشعار اور روایات کو نقل بھی کیا ہے حالانکہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نور نامہ کی

روایت بے اصل ہے اس کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔(فتاوی رضویہ،۲۶/ ۶۱۰)

تخریج حدیث میں مدارج کتب(مصادر اولی):

حدیث کی تخریج کرتے ہوئے کتب حدیث کے مدارج کو بھی دیکھا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ حدیث فُلاں حدیث کی کتاب میں ہے۔حدیث کی کتابوں میں سب سے بڑا مرتبہ بخاری شریف کا ہے جسے اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ الله (یعنی قرآن پاک کے بعد صحیح ترین کتاب) کہا گیاہے۔پھر صحیح مسلم اور اس کے بعد سننِ اربعہ(سنن ترمذی ، سنن نسائی، سنن ابوداود، سنن ابن ماجہ)کا مرتبہ ہے۔ بعض علمانے ”سنن ابن ماجہ“ کی جگہ ”موطا امام مالک“ یا ”سنن دارمی“کا رُتبہ بیان کیاہے اور بعض اہل علم نے ”ابن ماجہ “کے بعد”موطا امام مالک“یا ”سنن دارمی“کا ذکر کیاہے۔(الرسالۃ المستطرفۃ، ص۸۲)امام علم وفن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین اور سنن اربعہ کے بعد مسانید امام اعظم، موطا وکتاب الآثار امام محمد،کتاب الخراج امام ابویوسف ،کتاب الحج امام عیسیٰ بن ابان،شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہم کا ذکر کیا ہے۔(فتاوی رضویہ،۲۹/ ۶۳۲)ان کتابوں کے بعد حدیث کی کتابوں میں کتب صحاح کو ترجیح ہوگی ان کے بعد سنن کا رتبہ ہوگا پھر مسانید کا۔(ماخوذ از فتاوی رضویہ،۴/ ۲۱۰)

صحاح، سنن، مسانید، معاجم، مصنف اور موطا کی وضاحت:

”صحاح“ صحیح کی جمع ہے،اس سے مراد وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفین نے صحیح احادیث جمع کرنے کا التزام کیاہے۔ صحیح حدیث وہ ہے جس کے تمام راوی عادل اور تام الضبط ہوں،اس کی سند ابتدا سے انتہا تک متصل ہو نیز وہ حدیث علّتِ خفیہ قادحہ اور شذوذ سے بھی محفوظ ہو۔(تیسیر مصطلح الحدیث، ص۲۳)”سنن“ سے مراد حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن میں ابوابِ فقہ کی ترتیب پر فقط احادیثِ احکام جمع کی گئی ہوں۔مسانید سے مراد حدیث کی وہ کتابیں جن میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ جمع کی جائیں۔”معاجم“ حدیث کی وہ کتابیں جن میں اسمائے شیوخ

کی ترتیب سے احادیث لائی جائیں۔(تیسیر مصطلح الحدیث، ص۱۲۸) ''مصنف اور موطا'' حدیث کی وہ کتاب جس میں ترتیب ابواب فقہ پر ہو اور احادیثِ مرفوعہ کے ساتھ موقوف ومقطوع احادیث بھی مذکور ہو۔(جامع الاحادیث،۱/۵۶۷)

کتب صحاح، سنن اور مسانید (مصادر ثانیہ):

کتب صحاح، سنن اور مسانید بہت ساری ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

صحاح:(۱)منتقی الاخبار (۲) صحیح ابن سکن (۳)الاحادیث المختارہ (۴) صحیح ابن حبان (۵) صحیح ابن خزیمہ وغیرہ۔

سنن:(۱) سنن الدار قطنی(۲)سنن الکبری للنسائی(۳)سنن الکبری والصغری للبیھقی (۴)معرفۃ السنن والآثار للبیھقی(۵)مسند رویانی(۶)الادب المفرد للبخاری (۷) مستدرک للحاکم(۸)سنن سعید بن منصور(۱۰)شرح السنہ للبغوی وغیرہ۔

مسانید:(۱)مسند امام احمد(۲)مصنف عبد الرزاق(۳)مصنف ابن ابی شیبہ(۴)مسند شافعی (۵)مسند حمیدی(۶)مسند ربیع (۷) مسند عبد اللہ بن مبارک(۸)مسند ابن شیبہ(۹)مسند طیالسی (۱۰)مسند اسحاق بن راہویہ (۱۱)مسند بزار (۱۲)معاجم ومسند الشامیین للطبرانی (۱۳)مسند ابی یعلی(۱۴)مسند ابن الجعد(۱۵)مسند شہاب (۱۶)مسند حارث (۱۷)مسند ابی عوانہ وغیرہ۔

نوٹ:امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے صحاح کے درجہ میں منتقی الاخبار، صحیح ابن سکن، الاحادیث المختارہ اور صحیح ابنِ حبان کو بیان کیا ہے اور سنن کے درجہ میں مسند رویانی کو بھی شامل کیا ہے۔(ماخوذ از فتاوی رضویہ،۴/۲۱۰)

امام ابو القاسم طبرانی(وفات ۳۶۰ہجری) رحمۃ اللہ علیہ کی معاجم(معجم کبیر، معجم اوسط، معجم صغیر) اور مصنفین(مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ)مسانید کے درجے میں ہیں۔ مسانید

میں سب سے اعلیٰ درجہ مسند امام احمد کا ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۴/ ۲۱۰)

بعض وہ کتب جن سے حوالے دیئے جاتے ہیں (مصادر ثالثہ):

(۱) حلیۃ الاولیاء (۲) کُتب ابنِ ابی الدنیا (۲) کتب ابو الشیخ (۳) محدثین کی کتب زہد وغیرہ۔

کتب تخریج: (۱) جامع الاصول لابن اثیر جزری (۲) الترغیب والترہیب للمنذری (۳) اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری (۴) کنز العمال (۵) مجمع الزوائد (۶) جمع الجوامع اور جامع الاحادیث وجامع الصغیر للسیوطی وغیرہ

کتب تاریخ واسماء الرجال: (۱) الکامل لابن عدی (۲) تاریخ بغداد (۳) ابن عساکر (۴) کتاب الثقات لابن حبان (۵) معرفۃ الصحابہ لابی نعیم (۶) معجم الصحابۃ للبغوی وغیرہ

شروحاتِ حدیث: (۱) شرح صحیح مسلم للنووی (۲) شرح بخاری للکرمانی (۳) عمدۃ القاری (۴) فتح الباری (۵) ارشاد الساری (۶) شرح بخاری لابن بطال وغیرہ۔

فقہ حنفی کی تخریج میں مدارج کتب:

فقہ حنفی کی کتابوں کی بات کریں تو کتب حدیث کی طرح ان کے بھی مدارج ہیں۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں پہلا مرتبہ متون کا ہے۔ متون وہ کتابیں کہلاتی ہیں جو نقل مذہب کے لئے لکھی گئی ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۴/ ۲۰۸) ان کتابوں میں کتب اصول سے مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔ کتبِ اصول امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۸۹ ہجری) کی چھ کتابیں ہیں: (۱) جامع کبیر (۲) جامع صغیر (۳) مبسوط (اسے "اصل" بھی کہتے ہیں) (۴) زیادات (۵) سِیر کبیر (۶) سیر صغیر۔ ان کتب کو چونکہ فقہ حنفی میں فتوی اور اجتہاد کے لئے اصل اور مرجع ہونے کی حیثیت حاصل ہے اس لئے انہیں اصول کہا جاتا ہے۔ (پیش لفظ، فتاوی شامی (مترجم)، جلد اول، ص ۲۵) نیز ان کتابوں کو ظاہر الروایہ بھی کہا جاتا ہے، ظاہر الروایہ

کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں درج مسائل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ثقہ لوگوں نے بیان کیے ہیں اور جن کا ثبوت تواتر اور شہرت سے ہے۔ (رد المحتار، مطلب رسم المفتی، ۱/ ۱۶۳) ان کتب اصول اور ظاہر الروایہ کے مسائل کو امام محمد حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ (ت ۳۳۴ہجری) نے اپنی کتاب کافی میں جمع کر دیا ہے۔ (رد المحتار، مطلب رسم المفتی، ۱/ ۱۶۷) متون کے بعد شروحات اور اس کے بعد فتاوی کا رُتبہ ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۴/ ۲۰۸)

کتبِ متون: جیسے مختصر الطحاوی، مختصر الکرخی، قدوری، کنز، وافی، نقایہ، اصلاح، مختار، مجمع البحرین، مواہب الرحمٰن، ملتقی، ہدایہ اور اس کے علاوہ دیگر جو نقل مذہب کے لئے لکھی گئی ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۴/ ۲۰۸)

کتبِ شروح: کتبِ اصول کی شرحیں جو ائمہ نے لکھیں، مبسوط امام سرخسی، بدائع ملک العلماء، تبیین الحقائق، فتح القدیر، عنایہ، بنایہ، غایۃ البیان، درایہ، کفایہ، نہایہ، حلیہ، غنیہ، البحر الرائق، النہر الفائق، درر احکام، دُر مختار، جامع المضمرات، جوہرہ نیرہ، ایضاح، غنیہ، شرنبلالی، حواشی خیر الدین رملی، ردالمحتار، منحۃ الخالق وغیرہ۔ (فتاوی رضویہ، ۴/ ۲۰۹)

کتبِ فتاویٰ: خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، خزانۃ المفتین، جواہر الفتاوی، محیطات (محیط برہانی اور محیط سرخسی)، ذخیرہ، واقعاتِ ناطفی، واقعات صدر شہید، نوازل، مجموع النوازل، ولوالجیہ، ظہیریہ، عمدہ، کبری، صغری، تتمہ الفتاوٰی، صیرفیہ، فصول عمادی، فصول استروشنی، جامع صغار، تاتارخانیہ، ہندیہ، فتاوٰی خیریہ، العقود الدریہ، فتاوی رضویہ۔ (فتاوی رضویہ، ۴/ ۲۰۹ ملخصا)

نوٹ: کتب فتاوی میں سب سے پہلے لکھی جانے والی کتاب امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "نوازل" ہے۔ (رد المحتار، مطلب رسم المفتی، ۱/ ۱۶۳) علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۵۲ہجری) نقل فرماتے ہیں: فتاوی ابن نجیم اور فتاوی طوری پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

سفرِ زندگی

شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد اسماعیل ضیائی دام ظلہ

مولانا محمد سلیم رضوی

(نگرانِ اعلیٰ بزم رضویہ اہل سنت وجماعت کراچی)

نوٹ:- کسی بھی شخصیت کے حالات کا جاننا بہت سے فوائد کا باعث بنتا ہے اسی وجہ سے اس کالم میں شہر کراچی کی مختلف شخصیات جو بقید حیات ہیں (علماء / مشائخ / سماجی شخصیات) کا تعارف پیش کیا جائے گا تاکہ ان کی کامیاب زندگی سے قارئین بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ (ادارہ)

ولادت: شہر کراچی کی بزرگ شخصیت، یادگارِ اسلاف، بقیۃ السلف، شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی، حضرت علامہ مفتی محمد اسماعیل ضیائی صاحب ۱۹۴۴ء میں ہندوستان کے صوبہ گجرات (کاٹھیاواڑ، دھوراجی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق میمن برادری سے ہے۔ آپ کے چچا حضور شیر بیشہ اہل سنت علامہ مولانا حشمت علی خان قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور متصلب سنی تھے۔ وہی آپ کی علامہ قاری مصلح الدین صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات اور دینی ماحول سے منسلک ہونے کا ذریعہ بنے، آپ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: ”میرے چچا مرحوم محمد عثمان صاحب حشمتی جو کہ علامہ مناظر اسلام شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور بہت پکے سنی تھے، ان کی چابی تالے کی دکان بندر روڈ پر بالمقابل میمن مسجد تھی، وہ صرف و صرف سنی حضرات ہی سے لین دین کرتے ان کے چند دوست بھی ایسے ہی پکے سنی تھے۔ یہ چند دوست نماز جمعہ حضور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے اخوند مسجد میں ادا کرتے، آپ کے علاوہ کسی اور کے پیچھے نماز ادا نہ فرماتے اور یہ ۱۹۵۲ء / ۱۹۵۳ء کی بات ہے جب میرے چچا حضور جمعہ یا تراویح ادا کرنے جاتے تو میرے والد صاحب، دونوں بھائیوں اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جاتے اور سنیت کے

بارے میں ہمیں خوب سمجھاتے۔ میری عمر اس وقت آٹھ، نو سال کے قریب تھی اس وقت ۱۹۵۲ء میں پہلی بار میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار سے مشرف ہوا اور کئی سال مجھے قاری صاحب کے پیچھے نماز جمعہ وتراویح پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔"

تعلیم و تدریس: آپ نے ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن پاک، اردو اور گجراتی وغیرہ اپنے والد سے حاصل کی۔ ۱۹۵۷ء میں "مدرسہ منظر الاسلام آرام باغ کراچی" میں داخلہ لے کر اعلیٰ دینی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ بعد ازاں "مخزن عربیہ بحر العلوم جامع کلاتھ کراچی" پہنچے اور جامعہ مذکور کے بانی تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ پھر جب دارالعلوم امجدیہ کراچی کا چشمہ فیض جاری ہوا تو آپ کشت علم کی سیرابی کے لئے کشاں کشاں وہاں حاضر ہوگئے۔ دارالعلوم امجدیہ میں آپ نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۸ء تک درس نظامی کی تکمیل فرمائی پھر تکمیل کے ساتھ ہی تدریسی سفر کا آغاز بھی اسی جامعہ سے فرمادیا جو بحمدہ تعالیٰ اب بھی پیرانہ سالی کے باوجود باکمال وخوبی جاری وساری ہے۔ یوں دیکھا جائے تو تادم تحریر آپ کو مسند تدریس کی زینت بنے ہوئے ۵۳ سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ اور دارالعلوم امجدیہ سے آپ کے تعلق کو تقریباً ساٹھ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ واضح رہے کہ آپ ۱۹۹۸ء سے تادم تحریر ۲۰۲۱ء دارالعلوم امجدیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ اس کے علاوہ آپ پچھلے کئی سالوں سے "رئیس دارالافتاء امجدیہ" کے منصب پر بھی فائز ہیں اور ہزاروں فتاویٰ آپ کی تصدیق سے جاری ہوچکے ہیں۔

اساتذہ کرام: آپ نے اپنے دور کے اکابر علماء دین سے شرف تلمذ حاصل کیا جن میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی (درس نظامی میں آپ کے پہلے استاذ بھی تھے)، حضرت علامہ مفتی جسٹس سید شجاعت علی قادری صاحب (بانی دار لعلوم نعیمیہ کراچی)، شہزادۂ صدر الشریعہ شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفی الازہری اور پیر طریقت علامہ حافظ قاری محمد مصلح الدین صدیقی اور استاذ العلماء علامہ محمد حسن حقانی رحمۃ اللہ علیہم کے نام شامل ہیں۔

اولاد امجاد: اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو چار بیٹیاں اور تین بیٹے عطا فرمائے۔ آپ کے تمام صاحبزادے آپ کی اعلیٰ تربیت کے مظہر ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مفتی محمد عتیق قادری صاحب (خلیفہ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی نوری رحمۃ اللہ علیہ) شہر کراچی کے ایک معروف مقرر ہیں اور "جامع مسجد میمن صدیق آباد" میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

تلامذہ: آپ کے فیضان علمی سے مستفیض ہونے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ آپ کے تلامذہ میں بہت بڑے بڑے علمائے دین کے نام ملتے ہیں اس لحاظ سے آپ استاذ العلماء اور استاذ الاساتذہ کہلانے کے حقیقی حقدار ہیں۔ آپ کے زمانۂ تدریس کی طوالت کو دیکھتے ہوئے ایک محتاط اندازے کے مطابق کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے شاگردوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ آپ کے چند نامور تلامذہ کے نام یہ ہیں:

شیخ الحدیث مولانا افتخار قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبد العزیز انصاری، پیر طریقت علامہ سید شاہ عبد الحق قادری رضوی (امیر جماعت اہل سنت کراچی) علامہ ثاقب اختر القادری (برطانیہ) خطیب اہل سنت علامہ سید مظفر حسین شاہ قادری رضوی، شیخ الحدیث علامہ محمد یونس شاکر اختر القادری، مفتی محمد رفیق عباسی، علامہ بشیر فاروق قادری (بانی و چیرمین سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ) علامہ مفتی غلام غوث بغدادی (امیر تحریک لبیک پاکستان، صوبہ سندھ) خلیفہ مرد مومن مرد حق علامہ محمد رئیس قادری (رہنماء جماعت اہل سنت کراچی)۔

بیعت و خلافت: آپ کو خلیفہ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل ہے اسی نسبت سے آپ اپنے نام کے ساتھ لفظ "ضیائی" کا اضافہ کرتے ہیں۔ جبکہ حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان اور مرد مومن مرد حق حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہما نے آپ کو خلافت عطا فرمائی ہے۔ ان حضرات کے علاوہ دیگر بزرگوں نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا ہے۔

متاثر کن شخصیات : آپ جن بزرگوں سے بے حد متاثر ہیں ان میں حضور مصلح اہلسنت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی، غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ سید شجاعت علی قادری، شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفی الازہری اور علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہم کے نام نمایاں ہیں۔

اوصاف مبارکہ: آپ اس قدر خوبیوں اور بلند مقام رکھنے کے باوجود انتہائی سادہ طبیعت کے حامل ہیں۔ بلکہ فقیر نے تو آپ سے زیادہ سادہ طبیعت شخص ہی نہیں دیکھا۔ آپ اپنے علم پر پورا اترنے والے اور تقویٰ وطہارت کے پیکر ہیں۔ تواضع اور شفقت آپ کی عادت ثانیہ ہے اور طبیعت کا حصہ بن چکی ہے۔ تقویٰ وپرہیز گاری کے حوالے سے آپ میں اسلاف کا عکس واضح نظر آتا ہے۔ طبیعت میں سختی کے بجائے نرمی کا غلبہ ہے۔ کم گو و سنجیدہ ہیں۔ وقت کے حقیقی قدر دان ہیں۔ نام ونمود سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ شہرت کے متلاشی نہیں ہیں لیکن اللہ پاک نے آپ کو بے حد عزتوں سے نوازہ ہے۔ لباس ہمیشہ سفید (شلوار قمیص) ہی پہنتے ہیں لیکن اللہ تعالی نے آپ کی ذات میں وہ کشش رکھی ہے کہ بظاہر سادہ لباس میں ہوتے ہوئے جس مجلس میں بھی تشریف فرما ہوں تو اپنی روحانیت اور علمی ہیبت کے باعث میرِ مجلس نظر آتے ہیں۔

یہ بے حد خوش آئند بات ہے کہ آپ اہل سنت کے تمام حلقوں میں غیر متنازعہ شخصیت ہیں۔ اہل سنت کے تمام حلقوں میں آپ کی ذات وخدمات کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اگر مختصر الفاظ میں آپ کے تمام اوصاف کو خلاصۃً بیان کیا جائے تو یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ آپ ایک صوفیِ کامل اور عالم باعمل ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ وہ کریم حضرت کے علم وعمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ہمیں حضرت کے وجود مسعود سے خوب خوب برکتیں نصیب فرمائے۔ آمین

فوائد علمیہ

میزان الصرف ومنشعب کا تعارف اور طریقۂ تدریس

حذیفہ فرید تگالہ
(متعلم مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ)

شرعی احکام سیکھنے اور سمجھنے کے لئے جہاں دیگر علوم کی اہمیت وافادیت ہے وہیں عربی زبان سیکھنے، سمجھنے اور اس کا تکلم کرنے کے لئے "علم صرف" کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، کسی بھی شخص کے لئے اس وقت تک عربی کتابوں پر دسترس ممکن نہیں جب تک وہ اِس فن یعنی "علم صرف" میں مہارتِ تامہ حاصل نہ کرلے، قرآن وسنت کے فہم وادراک کے لئے یہ فن سیکھنا جزو لازم ہے، اسی وجہ سے مدارس دینیہ میں اس فن کو سیکھنے پر کافی توجہ دلائی جاتی اور اس کو پڑھانے کے لئے ماہر اساتذہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

قرآن وحدیث کے معانی ومطالب سمجھنے کے لئے علمائے اسلام نے نہ صرف کثیر علوم کی بنیاد رکھی بلکہ انہیں بام عروج تک بھی پہنچایا اس سلسلے میں دنیا کی کوئی قوم ان علمائے اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتی، ان اہم ترین علوم میں سے ایک علم صرف بھی ہے، اس علم کے اہم ہونے اور دیگر علوم کے لئے اصل ہونے کی وجہ سے اسے ماں سے تشبیہ دی گئی اور یہ کہا گیا کہ "الصرف ام العلوم" یعنی علمِ صرف تمام علوم کی ماں ہے۔

علم صرف پر لکھی گئی کتابیں

اس موضوع پر اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں ہیں بعض کتابیں درس نظامی کے نصاب میں شامل بھی ہیں جیسے صرف بھتر ال، علم الصیغہ، مراح الارواح وغیرہ اور بعض کتابیں وہ ہیں جو پہلے درس نظامی کے نصاب میں شامل تھیں مگر اب شامل نہیں جیسے صرف میر، پنج گنج، زبدہ، فصول اکبری، شافیہ وغیرہ انہی کتابوں میں

سے ایک انتہائی مستند کتاب میزان الصرف ومنشعب بھی ہے جس کی بے پناہ مقبولیت کی بنا پر اسے تمام دینی مدارس میں علم صرف کی ابتدائی کتاب کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔

میزان الصرف ومنشعب

میزان الصرف الگ کتاب ہے اور منشعب الگ کتاب ہے یہ دونوں کتابیں مدارس میں یکجا کرکے پڑھائی جاتی ہیں، میزان الصرف میں صرف سے متعلق بنیادی باتیں ہے جبکہ منشعب میں گردانیں موجود ہے۔

درس نظامی میں علم صرف سے متعلق میزان الصرف ایک اساسی اور بنیادی رسالہ ہے جس کو کتب عربیت میں خشت اول کا درجہ حاصل ہے نہ اس کے پڑھے بغیر کسی عربی خواں کی ابتدا ہو سکتی ہے اور نہ کوئی منتہی اس سے بے پرواہ ہو سکتا ہے اگرچہ یہ صغیر الحجم ہے مگر کثیر النفع بھی ہے۔

صاحب میزان الصرف

یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ فلاں مصنف کی کتاب ہے، یہ ایک تعجب خیز بات ہے کہ جس قدر اس کتاب کی شہرت ہے اس قدر ہی اس کے مصنف گمنام ہیں البتہ کتابوں میں چند نام ذکر کئے گئے ہیں جیسا کہ شیخ سعدی، شیخ وجہ الدین بن عثمان بن حسین، شیخ صفی الدین نظام الدین بن خواجہ آدم غزنوی، محمد بن مصطفی بن الحاج حسن اور شیخ سراج الدین عثمان اودہی وغیرہا۔ لیکن زیادہ تر علماء کرام فرماتے ہیں کہ میزان الصرف کے مصنف شیخ سراج الدین عثمان اودہی ہیں۔

تعارف منشعب

جس طرح میزان الصرف ایک اساسی کتاب ہے اسی طرح منشعب بھی ایک بنیادی اور قیمتی کتاب ہے۔

تعارف میزان الصرف

منشعب کے مصنف کے بارے میں دو قول ملتے ہیں (۱) مولانا بزر چمبر (۲) ملا حمزہ بدایونی لیکن صح

تح قول یہ ہے کہ کتاب ملا حمزہ بدایونی کی تصنیف ہے۔

ہدایات برائے مدرسین

۱۔ میزان الصرف ومنشعب یاد کروانے سے قبل طلبہ سے ایک مرتبہ سبق پڑھوا کر سن لیا جائے تاکہ طلباء تلفظ میں غلطی کرنے سے محفوظ رہیں۔

۲۔ جو سبق طلبہ سے سنا جائے اس کو آسان اور مختصر انداز میں سمجھا کر اس کی تمرین حل کروائی جائے۔

۳۔ سبق اسی وقت سمجھایا جائے جب طلبہ اسے مکمل یاد کر کے سنا دیں کیونکہ سبق سنانے سے پہلے سمجھانے کی صورت میں طلبہ کے لئے مکمل سبق سمجھنا دشواری کا سبب بنتا ہے۔

۴۔ سبق میں طول بیانی کے بجائے اختصار کا پہلو اپنایا جائے۔

۵۔ اردو سے عربی بنانے کا مکلف بنایا جائے۔

طریقۂ اجراء

اس کے اجراء کے دو طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ

مثلاً ایک جملہ ضرب زید ہے تو اس کے اجراء کا طریقہ یہ ہو کہ

۱۔ ضرب موضوع اور مہمل میں سے موضوع ہے کیونکہ یہ با معنی لفظ ہے۔

۲۔ پھر موضوع کی اقسام میں سے کلمہ ہے کیونکہ یہ ایک لفظ ہے اور ایک معنی پر دلالت

کرنے والا ہے۔ اور
۳۔ کلمہ کی تینوں قسموں میں سے فعل ہے۔
۴۔ فعل کی دونوں قسموں یعنی فعل متصرف و غیر متصرف میں سے فعل متصرف ہے۔ پھر
۵۔ فعل لازم اور فعل متعدی میں سے فعل متعدی ہے۔
۶۔ فعل متصرف کی تینوں قسموں یعنی ماضی، مضارع اور امر میں سے ماضی ہے۔
۷۔ ماضی کی چھ قسموں یعنی قریب، بعید، احتمالی، تمنائی، استمراری اور مطلق میں سے ماضی مطلق ہے۔
۸۔ ماضی مطلق کی چار قسموں یعنی مثبت معروف، مثبت مجہول، منفی معروف، منفی مجہول میں سے مثبت معروف ہے۔
۹۔ پھر حروف اصلی کے اعتبار سے فعل متصرف کی قسموں یعنی ثلاثی یا رباعی میں سے ثلاثی ہے۔
۱۰۔ ثلاثی کی دونوں قسموں میں سے ثلاثی مجرد ہے۔
۱۱۔ پھر مجرد کی دونوں قسموں مطرد اور شاذ میں سے مطرد ہے۔
۱۲۔ مطرد کے ۵ ابواب میں سے باب ضرب یضرب ہے۔
۱۳۔ فعل کی چار اقسام یعنی صحیح، مہموز، معتل اور مضاعف میں سے یہ صحیح ہے۔
اسی طرح فعل مضارع اور فعل امر کا اجراء کروایا جائے پھر اسم اور اسم کی اقسام کا بھی اجراء کروائیں۔

اجراء کا دوسرا طریقہ

اجراء کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ استاد سوال کریں اور طالب علم جواب دیں جیسے مکرم

ایک صیغہ ہے تو اس کا اجراء یوں کروایا جائے۔

۱۔ مکرم لفظ کی کونسی قسم ہے؟ جواب: موضوع ہے۔

۲۔ موضوع کی کون سی قسم ہیں،؟ جواب: مفرد ہے۔

۳۔ کیا مفرد کا کوئی اور نام بھی ہے؟ جواب: جی ہاں! مفرد کا ایک نام کلمہ بھی ہے۔

۴۔ کلمہ کی کونسی قسم ہیں؟ جواب: یہ اسم ہے۔

۵۔ اسم کی کونسی قسم ہے؟ جواب: یہ اسم مشتق ہے۔ وعلی ہذاالقیاس۔

تراجم وشروحات

میزان الصرف ومنشعب کے بہت سے تراجم کیے گئے، بعض میں صرف ترجمہ کیا گیا جیسے ضیاء المبتدی وغیرہ اور بعض نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ حواشی وتوضیحات کا بھی اضافہ کیا ہے جیسے میزان الصرف ومنشعب واردو حواشی ازعبد الرزاق بھترالوی، بعض نے میزان الصرف کی الگ اور منشعب کی الگ شرح لکھی ہے جیسے شرح منشعب از شیخ محمد علیم الہ آبادی، شرح منشعب از مولانا رحمت اللہ بن نور اللہ، فیاض الصرف شرح میزان الصرف از محمد عبد الغفور الوری اور بعض نے یکجا شرح لکھی جیسے مصباح الصرف شرح میزان الصرف ومنشعب از محمد گلریز مصباحی، عرفان الصرف از مفتی محمد عرفان اللہ اشرفی، غریز المبتدی از مولوی خواجہ محمد غریز اللہ صاحب غوری، بعض نے ترتیب وتسہیل بھی کی جبکہ بعض نے نقشہ جات بھی بنائیں ہیں۔

اللهم اغفر لكاتبه ولوالديه ولشيوخه يوم يقوم الحساب

گرفت

یہ کالم مجلہ "مخزن علم" کی کارکردگی کو بہتر بنانے، اس کے حسن معنوی کو نکھارنے اور نو آموز قلم کاروں کی تحریری صلاحیت میں اضافہ کے لیے ہے۔ اس میں گزشتہ شمارے پر بے لاگ تبصرہ شائع کیا جاتا ہے۔ اس اہم کام کی انجام دہی کے لیے محقق اہل سنت علامہ محمد آصف اقبال مدنی صاحب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ گزشتہ شمارے بابت ماہ فروری ۲۰۲۱ پر آں جناب کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

لائق اعتنا، قابل التفات اور جاذب قلب و نظر تحریر کا آغاز کسی غار کے تنگ دہانے کی مانند ہوتا ہے جہاں سے داخلہ بڑا دشوار و انتہائی کٹھن ہوتا ہے مگر جب ایک بار تحریر کی ابتدا جاندار و شاندار طریقے سے ہو جائے تو پھر ایک ماہر لکھاری کا قلم شارع قرطاس پر فراٹے بھرنے لگتا ہے، جولان گاہ صفحات میں ذہن و فکر کے گھوڑے اپنے نقوش ثبت کرتے دکھائی دیتے ہیں اور کلک محرر تاریخ و حقائق رقم کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں بات ماہر قلم کار کی ہو رہی ہے اور ہم ٹھہرے اس تاحد نظر میدان کے اک نو وارد یا اس وسیع و عریض صحرا میں سرگرداں کوئی اجنبی یا سہاروں کی بیساکھیوں کا متلاشی کوئی انسان۔ ہمیں بھی ماہنامہ مخزن علم فروری ۲۰۲۱ کے شمارے پر اپنا تبصرہ بنام "گرفت" ضبط تحریر میں لانا ہے مگر سوچ رہے ہیں کیسے شروع کریں؟ ٹائٹل کی بات کریں یا کاغذ کی تعریف یا پھر مشمولات کی مدح سرائی سے آغاز کریں؟ خیر کالم تو لکھنا ہی پڑے گا کیونکہ مدیر اعلی صاحب مستقبل قریب میں بھی ہمارا پیچھا چھوڑتے دکھائی نہیں دے رہے۔ ہماری نالائقی اور ہماری طرف سے تاخیر در تاخیر ہوتے ہوئے بھی ان کا پیہم اصرار ہے کہ اس کالم کو مزید جاری رکھا جائے۔ چلو تو پھر اپنی کم مائیگی و بے بضاعتی کے باوجود بات اداریے سے ہی شروع کرتے ہیں۔ اس ماہ کا اداریہ عرس خواجہ

غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی مناسبت سے ہے۔ اداریہ تعلیماتِ سلطان الہند کے ذریعے "خانقاہی نظام" کی نشاط ثانیہ کے لیے صدائے درویش ہے، مسندوں پر قابض گورکنوں کو مجاور بننے کا مخلصانہ مشورہ ہے اور ایسوں کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی ایک فکری کوشش ہے الغرض تزکیہ نفس کے لیے ایک حقیقی خانقاہ کے خدوخال کو خواجہ ہند کے فرامین کی روشنی میں خوب واضح کیا ہے۔ کچھ معروضات پیش خدمت ہیں۔ ابتدا میں تین اداروں کا ذکر کیا گیا "ریاست اسلامی، مدارس اور خانقاہ" جن میں سے دو کو واحد اور ایک کو جمع لایا گیا۔ اگرچہ ٹھیک ہے مگر اسلوب میں یکسانیت حسن تحریر سے ہے۔ لفظ "شاہباز" میں ایک "الف" کا اضافہ فضائے اردو میں اس کی اڑان کو متاثر کر سکتا ہے۔ "جن کے بارگاہ" میں "کی" کے بدل جانے سے اچھی خاصی "مؤنث بارگاہ" مذکر بن گئی۔ "درس گاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کلی" جب "کلی" لایا گیا تو اب "گلشن نبوت صلی اللہ علیہ وسلم" کہنا مناسب تھا۔ "سلسلہ چشت" اگر یہاں "چشتیہ" ہوتا تو "علاقہ" کے بجائے "نسبت" بن جاتا۔

"شرعی رہنمائی" کے کالم میں خطبہ اور نماز کے دوران چندہ کرنے کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ خطبا، ائمہ اور مساجد انتظامیہ کے لیے اس فتوی میں خصوصی درس ہے۔ "فکر و نظر" کے کالم میں مولانا محمد اسامہ صاحب سلمہ نے "بیماری کے اڑ کر لگنے" کے متعلق دلچسپ اور عوامی انداز میں شرعی نقطہ نظر پیش کیا ہے اور ایک اچھی کاوش کی ہے۔ چند باتیں قابل گرفت ہیں۔ لفظِ حدیث "لاعدوی" کا دو مقامات پر ترجمہ "بیماری کا لگنا کوئی چیز نہیں" درست نہیں بلکہ "اڑ کر" کی قید ضروری ہے۔ (دیکھئے: التوقیف علی مھمات التعاریف، ص ۲۳۸) عدم توجہ کہہ لیں یا تسامح یا پھر لاعلمی کہ کالم میں جراثیم کے اڑ کر لگنے کا بھی انکار کر دیا گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ ہو سکتا ہے کہ کسی بیمار کے پاس کی ہوا متعفن ہو اور جس کے جسم میں اس بیماری کا مادہ ہو وہ اس تَعَفُّن سے اثر لے کر بیمار ہو جائے اس معنٰی سے تَعَدِّی ہو سکتی ہے (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۶) محقق مسائل جدیدہ

مفتی نظام الرضوی مدظلہ العالی نے بھی کرونا کے متعلق یہی موقف اختیار کیا کہ "یہ مرض تو اڑکر نہیں لگتا مگر اس کے جراثیم منتقل ہوسکتے ہیں۔" پھر یہ کہ تعدیۂ جراثیم یعنی "مرض کے جراثیم کا اُڑ کر دوسرے کو لگنا" کھلی حقیقت ہے، جراثیم خود مرض نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سی مخلوق ہے جو صرف خردبین یا الٹرامائکرواسکوپ (Ultra-Microscope) کے ذریعے ہی نظر آتی ہے اور یہ جراثیم مرض کا سبب بنتے ہیں۔ پہلے زمانے کے لوگ ان جراثیم سے واقف نہ تھے تو انہوں نے یہی نظریہ بنالیا کہ مرض مُتَعَدِّی ہوا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اسلام نے اس کی نفی فرمائی کہ کوئی مرض مُتَعَدِّی نہیں ہوتا "اسلام کے تعدیہ مرض کی نفی کرنے سے جراثیم کے مُتَعَدِّی ہونے کی نفی قطعاً نہیں ہوتی۔ " (دیکھئے مفتی محمد شفیق عطاری مدنی زید علمہ کا مقالہ: ماہنامہ فیضان مدینہ، فروری ۲۰۱۸) کچھ لفظی اغلاط بھی ہیں جیسے "احادیث ہمارے لیے مشعل راہ ہے " یہاں " ہیں " "آئے گا۔ "بلکل " اور "بطبع " میں اول کو "الف " سے اور ثانی کو "الف " اور "لام " دونوں سے محروم کردیا گیا ہے جبکہ آخر میں "السلام و علیکم " کو زائد از ضرورت "واؤ " سے نواز دیا گیا ہے۔ یہاں ہم ہر لکھنے والے سے گزارش کریں گے کہ مرکب الفاظ کو الگ الگ لکھا کیجیے، یہی فیصلہ کیا ہے انجمن ترقی اردو نے کہ "امکان کی حد تک لفظوں کو الگ الگ لکھنا چاہیے۔ " (اردو املا، ص ۲۴)

"مکالمہ" کے تحت حضرت علامہ ابوالفیض مفتی فضل الرحمن بندیالوی مدظلہ العالی سے کیے گئے خصوصی انٹرویو کا دوسرا حصہ ہے۔ اس قسط میں قبلہ مفتی صاحب کی اسلامی غیرت وحمیت اور دردِ سُنّیت واضح ہے نیز آپ نے اپنے اساتذہ کرام کے فرامین کی روشنی میں جو علماء و طلباء کو بھرپور محنت کرنے کی نصیحتیں کی ہیں اگر واقعی ان پر عمل کرلیا جائے تو بندہ شریعت وطریقت کا مجمع البحرین ہوجائے۔ مکالمہ پر لگایا گیا ادارتی نوٹ جوں کا توں کاپی پیسٹ کردیا گیا ہے جس کی وجہ سے "گزشتہ مہینہ" تاریخ کا طویل ترین مہینہ بن گیا کیونکہ پہلی قسط

کے ادارتی نوٹ میں بھی لفظ "گزشتہ" ہی تحریر تھا۔ "یہ ایک وجہ بنی اس دارالعلوم کو چھوڑنے کی" یہاں نادانستگی سے لفظ "بنی" کے "نون" کو "با" پر مقدم کرنے کے سبب ایک فاش غلطی سرزد ہوگئی۔ ایسے الفاظ لکھتے وقت زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ "آپ پر گریا طاری ہوگیا" اس جملے کے بعد اگلی ہی سطر میں "گریہ" لکھا ہے بے چارہ عام قاری کنفیوز ہو جائے گا کہ درست املا کیا ہے؟ اسے "الف" سے سمجھوں یا "ہ" سے مانوں۔ دوسری قسط میں پروف ریڈنگ کی اغلاط پر "تلک عشرۃ کاملۃ" کی اصطلاح صادق آیا چاہتی ہے۔ فتدبروا

"مطالعہ سیرت" کے کالم میں عزیزم مولانا حافظ احمد یوسف مدنی صاحب زید علمہ وشرفہ نے "خوش طبعی اور مزاج نبوی ﷺ" کے عنوان سے بہت ہی خوبصورت اور عالیشان تحریر پیش کی ہے۔ اسلامی ہنسی مزاح کے عنوان سے کافی تحریریں اور رسائل نظر سے گزرے ہیں مگر ہم بجا طور پر اعتراف کرتے کہ حافظ صاحب کی یہ تحریر اپنے ارتباط، پیش کش، لفظی و معنوی دلکشی، لف ونشر کی ترتیب، بیان مقاصد وغیرہ خوبیوں کا مرقع ہے۔ رسول پاک ﷺ کی خوش طبعی کو حدیث وصفی، قولی، فعلی اور تقریری سے بالترتیب بیان کرنا کمال ہے اور پھر واقعات حدیثیہ سے ہر طبقہ کے افراد کے ساتھ رسول پاک ﷺ کی خوش طبعی کی تفصیل خوب تر ہے اور آخر کا "حرف آخر" اس باب میں واقعی حرف آخر ہے۔ مضمون پڑھ کر اس بات پر سینہ چوڑا ہو گیا اور بہت فخر محسوس ہوا کہ حافظ احمد یوسف سلمہ راقم کے شاگرد رشید ہیں۔ بے مثال و دلکش تحریر لکھنے اور درس نظامی مکمل ہونے پر صمیم قلب سے ہدیہ تبریک قبول فرمائیں۔ اللہ پاک دین اسلام کا مخلص عالم بنائے۔ اٰمین بجاہ طٰہٰ ویٰس ﷺ۔ ایک حدیث کے الفاظ "یاذالاذنین" کا ترجمہ رہ گیا، دوسری حدیث میں "یااباعمیر" کے ترجمہ "اے ابو عمیر" میں "اے" کا "اب" ہو گیا یہ بڑی غلطی ہے اور تیسری حدیث میں لفظ "الناقة" کا ترجمہ اونٹ غلط ہے۔

"تنقیحات" کے تحت حضرت مولانا شاہزیب راجپر صاحب مدظلہ کے تحقیقی و شاندار مقالے "حدود کا مطالعہ اسلامی قانون اور آئین پاکستان کی روشنی میں" کی چوتھی قسط ہے۔حد شراب کی اسلامی و آئینی حیثیت کو زیر بحث لایا گیا ہے اور ساتھ ساتھ شراب کی حرمت و مذمت اور نقصانات کا جائزہ ہے۔"خمر" کا ترجمہ اگرچہ مطلق شراب سے بھی کیا جاتا ہے مگر تعارف و ترتب احکام کے باب میں اسے "انگور کی شراب" کہنا زیادہ مناسب ہے جیسا کہ درمختار سے اس کی توضیح مضمون میں بھی مذکور ہے۔مسند احمد کی حدیث پاک کہ "شراب ہر گز نہ پیو کہ یہ ہر بدکاری کی اصل ہے۔" یہاں لفظ "بدکاری" کے بجائے "برائی" ہونا چاہیے کیونکہ لفظ "بدکاری" ایک جہت سے خاص ہے۔ایک جملے میں جھول ہے اسے دیکھ لیا جائے اور وہ یہ ہے کہ "مذکورہ سزا پر عمل اس وقت ہوگا جب اس کی توثیق اس عدالت نہیں ہو جاتی جس میں سزا۔۔۔الخ"

"تحلیل و تجزیہ" کے کالم میں "تخریج اور اس کی ضرورت و اہمیت" کے عنوان سے حضرت مولانا گل فراز مدنی صاحب زید علمہ و شرفہ کا محققانہ مضمون شامل مجلہ ہے۔ہم حضرت کو "مخزن علم" کی کہکشاں میں خوش آمدید کہتے ہیں۔موصوف ایک اچھے مترجم، تخریج کے ماہر اور علم و معلومات کا گنجینہ ہیں نیز آپ اسماء الرجال سے بھی کافی واقفیت رکھتے۔ مضمون میں تخریج کی حقیقت، تعارف، ضرورت اور بالخصوص اصول تخریج کی ایجاد کے تعلق سے بحث کی گئی ہے نیز بتایا گیا ہے کہ تخریج کرنے میں آسانی اور تیزی کیسے لائی جاسکتی ہے۔علم و تحقیق کی وادیوں میں قدم رکھنے والے مبتدیوں کو اس تحریر کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔بلاشبہ "الروض البهيج فی آداب التخريج" اس فن تخریج کے اصولوں پر پہلی تصنیف معلوم ہوتی ہے مگر شیخ محمود طحان اور سید غمازی کا اس فن میں کسی قدیم تصنیف کی نفی کرنا اپنے علم کے اعتبار سے ہے اور ان دونوں تک امام اہلسنت علیہ الرحمہ کی مذکورہ کتاب کا پہنچنا ثابت بھی نہیں بلکہ یہ کتاب ناپید ہے اور ہنوز ہم اہل پاک و ہند بھی اس سے محروم

ہیں نیز ان کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں اس فن پر ایک دوسرے کی تصانیف سے بھی لاعلم تھے۔ تقدیم و تاخیر سے قطع نظر واضح ہوا کہ تینوں حضرات نے اپنی اپنی کاوشوں سے اس فن کے اصول مرتب کیے ہیں لہذا کسی ایک کو مطلقاً "اصول فن تخریج " کا موجد نہیں کہا جاسکتا بلکہ یوں کہا جائے کہ موجد اول امام اہلسنت علیہ الرحمہ ہیں اور یہ دونوں حضرات موجد ثانی و ثالث ہیں۔ اسے محض راقم کا تطفل سمجھا جائے اور درست ہونے کی صورت میں شرف قبولیت سے نوازنے کی التجا۔ واللہ تعالی اعلم بحقیقۃ الحال۔ ایک جگہ لفظ "حدیث " کو واحد لاکر اس کے لیے "وہ بیان ہوئی ہوں " لکھا ہے، یہاں نون غنہ نے قبضہ جما کر واحد کو جمع بنادیا جبکہ اس جملے "دونوں حضرات کی عبارت" میں "عبارت " بجائے جمع کے واحد ہو گیا ہے۔ "تو مرے علم میں نہیں " نظم میں تو "میرے "کو "مرے " ہوتے دیکھا ہے مگر نثر میں پہلی بار نظر آیا۔ یقیناً کمپوزنگ کا معاملہ ہے ورنہ میرے کے دو نقطے نہ مرتے۔

"سفر زندگی" کے کالم میں عزیزم مولانا سلیم رضوی حفظہ اللہ تعالی ہمیں بقید حیات شخصیاتِ اہلسنت سے متعارف کرواتے ہیں۔ اس بار مفتی اہلسنت حضرت علامہ مفتی عبد العزیز حنفی اطال اللہ عمرہ کی پیاری شخصیت کا تعارف زینت کالم ہے۔ مفتی صاحب کو "تنظیم المدارس پاکستان" کے پہلے ٹاپ کرنے والے پوزیشن ہولڈر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ۱۹۹۲ سے تا حال فتوی نویسی کے ذریعے امت مسلمہ کی شرعی رہنمائی کا عظیم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ "فتاوی حنفیہ اشرفیہ" کے نام سے آپ کے فتاوی کی دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور عنقریب آپ کے رشحات قلم سے "سبع معلقات "کی شرح بھی منظر عام پر آنے والی ہے۔ یقیناً مفتی صاحب مدظلہ کی ذات گرامی اہلسنت کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ مجلے کی فہرست میں مفتی صاحب کے نام میں ایک "عین "لکھنے سے رہ گیا ہے۔ "زانوئے تلمذ طے کیے" کالم نگار "تہہ" کو "طے" کر کے آگے بڑھ گئے۔ پہلے کے شاگرد اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ "تہہ "کرتے تھے اور آج والے ہر شے طے کر کے استادوں سے آگے بڑھنے میں کوشاں ہیں۔ "مصروفیات کے

جوم" شاید یہاں الفاظ کا ازدحام یا انبوہ کثیر ہونے کے باعث "ہجوم" کا "حجم" زیادہ ہو گیا۔ "اب کیا کرا جائے" کراچی کے بعض علاقوں کی یہ دین ہے کہ "کیا" اور "کی" کو "کرا" اور "کری" بول دیتے ہیں۔ بولنے کی حد تک تو قابل برداشت ہے بھائی! مگر تحریر میں ; نہ بھئی نہ۔

"فوائد علمیہ" کے تحت "نحو میر کا تعارف اور طریقہ تدریس" لے کر آئے ہیں مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ کے ایک قابل متعلم جناب حذیفہ فرید تگالہ صاحب سلمہ۔ درس نظامی کی تدریس سے وابستہ افراد کے لیے "نحو میر" پڑھانے کے تعلق سے اس میں کافی رہنمائی ہے۔ محترم مضمون نگار اس بات سے نالاں ہیں کہ "نئے فارغ التحصیل طلبہ کو ابتدائی درجات پڑھانے کے لیے دے دیئے جاتے ہیں۔" مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ پھر نئے فارغ التحصیل کون سے درجات پڑھائیں؟ پھر راقم کو یہ بات قرین انصاف نہ لگی کہ ایک متعلم تو نحو میر "پڑھانے کے طریقے" بتائے مگر کوئی نیا فارغ التحصل یہ کتاب نہ پڑھائے اور ایک عرض یہ بھی ہے کہ فارغ التحصیل ہوتے ہی وہ از روئے اصطلاح طالب علم نہ رہے لہذا فارغ التحصیل طلبہ نہ کہا جائے۔ "محتاج الی البیان" کو اردو میں "محتاجِ بیان" کہتے ہیں اور "وغیرھا" کو "وغیرہ" لکھتے ہیں۔ "کئی ساری کتابیں" یہاں "بہت ساری" درست ہے۔ "تولہذا" اس مقام پر یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ "لہذا" کے ساتھ "تو" نہ آئے۔ مخزن علم میں "تاثرات" کے نئے کالم کا اضافہ خوش آئند ہے۔ قارئین کرام کے قابل اشاعت "شفقت نامے" اس کالم میں اپنی علمی، روحانی اور نورانی خوشبوؤں سے ہمارے قلوب واذہان کو معطر کریں گے۔ اس بار محترم المقام قبلہ مفتی عبد الرحمن قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے "سینٹرل افریقہ" سے اپنے تاثرات عطا کیے ہیں۔ اللہ کریم مفتی صاحب کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے بالخصوص کفار کو داخل اسلام کرنے کے لیے آپ کی کاوشیں اور قربانیاں قابل تقلید ولائق صد تحسین ہیں۔ شکر اللہ تعالی سعیہ۔ (اٰمین) "گرفت" اور "گرفتاریوں" کے تعلق سے صاحب گرفت کو قارئین مخزن علم کے تاثرات وتبصروں کا انتظار رہے گا۔

تاثرات

قارئین کے شفقت نامے

نوٹ: اس کالم میں مجلہ "مخزن علم" پر قارئین کے تبصرے اور تجزیے شامل کیے جائیں گے

گلہائے رنگارنگ پر مشتمل ایک علمی گلستان

محمد طاہر عزیز باروی، ناروے
(فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

سوشل میڈیا کے فوائد و ثمرات اور اس کے مضمرات و نقصانات ہر دو مسلم لیکن اس کے بغیر اب گذارہ بھی ناممکن، لہذا ہر آدمی اپنی پسند اور خواہش کے مطابق ہی استعمال کرتا ہے۔ مجھے اس سے زیادہ شناسائی تو نہیں تاہم اس کی افادیت کے پیش نظر اس کا مناسب استعمال ضرور کرتا ہوں۔

سوشل میڈیا کی اس دنیا میں کئی علمی، فکری، روحانی اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے نامور لوگوں سے شناسائی بھی ہوئی اور ان کے تجربات سے مستفید ہونے کے گھر بیٹھے کئی مواقع بھی میسر آئے۔ ان جمیع احباب کے متعلق لکھنے کا ارادہ تو ہے مگر یہ کہانی پھر سہی۔ ان علم و فکر کی دانش میں سے ایک شخصیت گرامی قدر مولانا حافظ محمد انس رضا قادری کی بھی ہے۔ مولانا محمد انس رضا قادری صاحب، نوجوان فاضل، محقق عالم اور تحقیق و جستجو کے مزاج کے حامل ایک خوبصورت طبیعت کے مالک ہیں اور علم و تحقیق کی جستجو میں وہ کراچی سے کہیں دور ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک دورافتادہ گاؤں تک بھی خندہ پیشانی سے سفر کر لیتے ہیں اور حسن یہ بھی کہ وہ صرف درسی کتابوں پر ہی نظر نہیں رکھتے بلکہ دور جدید کے تمام تقاضوں کو سمجھتے ہیں اور اس کے مطابق اپنے علمی و فکری تجزیات بھی زبان و قلم کے ذریعے افادہ عام کیلئے پیش کرتے رہتے ہیں۔ گویا رب قدیر نے انہیں قلم کے خوبصورت استعمال کا سلیقہ اور طریقہ عطا فرمایا ہے

اور وہ اس کا استعمال بھی کر رہے ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

تھوڑا عرصہ قبل ہمارے استاذ گرامی علیہ الرحمۃ کے وصال پر میں نے ایک تعزیتی تحریر لکھی تو گرامی قدر سے رابطے کا آغاز ہوا جب مفصل تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ بہت علمی و فکری شخصیت ہونے کے باوصف عجز وانکسار سے بھرپور طبیعت کے حامل ایک عالم دین ہیں۔ قدیم و جدید علوم پر یکساں مہارت کے حامل ہیں اور قلم و کتاب سے مضبوط رشتہ ہے جس کی بین دلیل ان کی زیر ادارت طبع ہونے والا ایک علمی و فکری مجلہ ماہانہ ''مخزن علم'' ہے۔

میں نے مخزن علم کے تقریبا نصف درجن سے زائد شمارے دیکھے ہر شمارہ بہت اہم علمی و فکری سامان اپنے دامن میں سموئے ہوئے علم کی دنیا کی شاہکار ثابت ہوا۔

رسائل کی دنیا اگرچہ بہت وسیع ہے اس میں کئی رسائل سامنے آئے اور وقت کی گرداب کا سامنا نہ کر سکے تاہم کئی ایک رسائل ایسے بھی ہیں جنہوں نے تمام حالات کا مقابلہ کیا اور ثابت قدمی سے چلتے رہے اور تاہنوز اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ضو فگن ہیں ان میں مجھے ذاتی طور پر ماہنامہ نورالحبیب، بصیر پور شریف، ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ شریف، مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ کا ترجمان ماہنامہ النظامیہ بہت پسند ہیں اور یہ رسائل پورے تسلسل کے ساتھ قارئین سے داد و تحسین وصول کر رہے ہیں مگر میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس علم کی کہکشاں میں ایک سالہ زندگی کا حامل یہ مجلہ بہت جلد بہت اہم مقام حاصل کرلے گا۔

مجلہ ہذا کے مضامین تحقیقی معیار کی اور دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہوتے ہیں جس سے قاری کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔ میں نے پانچ چھ مجلہ جات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تو بہت مفید پایا اور چند ایک مستقل سلسلے اس رسالے کی اہمیت اور بھی بڑھا رہے ہیں جن میں علم وفن کی نامور شخصیات کے ساتھ تبادلہ خیال، نوخیز دینی طلباء کے درمیان مکالمہ سازی، اور

دارالافتاء کا مستقل سلسلہ اس رسالے کی کامیابی کی ایک کڑی ثابت ہو گا۔

اللہ کریم اس رسالے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کی ساری ٹیم کو برکات کثیرہ کا سزاوار فرمائے۔ آمین۔

منجمد لاشوں میں قیامت برپا کرنے والا کام

بابر عارف

(متعلم جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ کراچی / اسکرپٹ رائیٹر)

بے کیف اور بے معنی زندگی کا عہدِ شباب جاری تھا۔ مجھ پہ زندگی کی انیسویں بہار بڑے آب و تاب سے بیت رہی تھی۔ نیلگوں سمندر سورج کی تپتی شعاعیں اپنے اندر سمیٹے بہہ رہا تھا۔ ہر طرف شور ہی شور تھا۔ اور اس ساگر کا ساحل انتہائی بھیانک تھا۔ یہاں نرم و نازک ٹھنڈے بلبلوں کی بجائے گرم کوئلوں کی کالی راکھ تباہی مچا رہی تھی۔ یہ ساحل غم کا ساحل تھا۔ یہ پٹی غم کی پٹی تھی۔

میں موجِ ساحل سے کچھ دوری پر بنی منڈیر پر چوتڑ جمائے بیٹھا تھا۔ کتابوں اور صحیفوں میں محو۔ الہام و انکشاف اور رموزِ فطرت کی تلاش میں۔ ساحل کا گمان دل سے نکالے اوراق میں گردن پھنسائے دندنا رہا تھا۔ میں ساحل پر نہیں جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ منڈیر کے بائیں جانب تھا۔ اور مجھے بائیں جانب پسند نہیں۔ لیکن پھر بھی ساحل سے آنے والی ہر لہر مجھ پر گہرے اثرات چھوڑ جاتی تھی جس سے میرے دل پر اک سیاہ نقطہ ثبت ہو جاتا تھا۔ کہتے ہیں سمندر تو سمندر ہی ہوتا ہے، چاہے دائیں جانب ہو یا بائیں۔ لیکن یہ بات مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کیونکہ میری دائیں اور بائیں جانب کے قلزم میں وہی فرق تھا جو رات کی تاریکی اور صبح کے اجالے میں ہوتا ہے۔ سوچیں عجیب اور دل گویا سوزشِ عشق میں مبتلا۔ کہ اچانک میری بائیں جانب سے دہکتے سمندر کی موجِ رواں اٹھی۔ اور میرے ریت میں پیوست پاؤں کو اکھاڑتی ہوئی اک نئی سَمت لے گئی۔ جہاں ایک نئی مخلوق کا بسیرا تھا۔ بظاہر مجھ جیسی۔ لیکن مجھ سے جدا۔ میں تو اللہ کو مانتا ہوں نا۔ اسی کا بندہ ہوں۔ انہیں بھی تو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے؟ لیکن وہ تو کسی اور کے پجاری ہیں۔ الغرض وہ کسی دیوتا

کے چرنوں میں پلنے والی مخلوق تھی۔ حقیقی مالک سے منہ موڑے۔ اُن کے ہر شخص کی روح تڑپتی طوائف کے نرم وملائم آتشی ہاتھوں کی مانند پھڑک رہی تھی۔ جبکہ وہاں کی ہر عورت اپنی تمام تر رعنائیوں اور حلاوتوں کے باوجود اک نئی لذت سے آشنا ہونے کے لیے تلملا رہی تھی۔ اوران کے مرد کی پیٹھ سے عورت کی کوکھ میں منتقل ہونے والے گوہرِ حیات کے سبب، شکمِ مادر سے وجود میں آنے والے بچے کا مستقبل زنداں کی اُس کوٹھڑی کی مانند ہوتا ہے جس میں جالوں اور حشرات الارض کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ کی صدائیں بلند کرتا، چیختا، چلّاتا واپس منڈیر پر آ چکا ہوں۔ میری دائیں جانب، ساحل کے کنارے ایک خوبصورت باغ ہے۔ جہاں بچھے ہوئے پھولوں کی خوشبو شبنم کے ان قطروں کی مانند ہے جو صبح کی آنکھوں سے ٹپک ٹپک کے پژمردہ گلاب کی پتیوں پر ٹھہر جاتے ہیں۔ میں اُس کی باریکیوں کو ڈھونڈنے نکل چکا تھا۔ وہاں ہر طرف ہریالی اور خوشیاں ہی تو ہیں۔ گویا میرے دل کا بھیانک چہرہ لوہار کے ہاتھوں سے نکل کر عطّار کے ہاتھوں میں آ چکا تھا۔ میری آنکھوں کی چمک حسین گوشہ انبساط میں موجود اُن پُر جلال اور طلسماتی وادیوں کی مثل ہوگئی تھی جن کے باہر سے ہر روز حسنِ جہاں گزرا کرتی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ بائیں جانب اور اِس دائیں جانب والے قلزم میں کیا فرق ہے؟ یہاں کی دنیا الگ ہے۔ وہاں کی دنیا الگ۔ اچانک غنچہ گلاب کی پنکھڑی کی دھار سے آواز آئی کہ:

یہی تو اسلام اور کفر کا فرق ہے۔ جسے ہر آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔!

تو اسی منڈیر کی دائیں جانب والے باغ کا ایک گلدستہ **"ماہنامہ مخزنِ علم"** بھی ہے۔ جسے مدرسہ انوار القرآن کی جانب سے ہر ماہ شائع کیا جاتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک سال بھی مکمل ہو گیا۔ اشاعت کا ایک سال مکمل ہونے پر خصوصی شمارہ بھی بہت خوب تھا۔ یقیناً یہ کام مردہ روحوں کو زندہ کرنے والا کام ہے۔ منجمد لاشوں میں قیامت برپا کرنے والا کام ہے۔ اللہ پاک اس کی عمر بڑھائے۔ اسے ترقیاں عطا فرمائے۔ اور اسے شائع کرنے والوں کو اس کارِ خیر کا اجر عطا فرمائے۔

مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ

کے **پہلے جلسۂ دستار فضیلت** کے پر مسرت موقع پر قارئین کے لیے

مجلہ مخزن علم کا

مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ نمبر

مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ کی بنیاد حضور مصلح اہل سنت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے 1976ء میں رکھی تھی۔ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ تقریبا 35 سال تک اس کی سرپرستی فرماتے رہے۔

- اس مدرسہ کا آغاز کیسے ہوا؟
- قیام کے اغراض و مقاصد کیا تھے؟
- کتنے شعبہ جات میں کام جاری ہے؟
- کراچی کے کتنے مقامات پر اس کی شاخیں موجود ہیں؟
- مدرسے کی موجودہ کیفیت کیا ہے؟
- مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ کی علماء و مشائخ کی نظر میں کیا اہمیت ہے؟

اور بہت سی معلومات پر مشتمل اپریل 2021 میں مجلہ مخزن علم کا خصوصی شمارہ مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ نمبر شائع کیا جارہا ہے۔